

الاهل السنة

AHL US SUNNAH

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الامة

جلد ۱۶ شمارہ ۲۳
جنوری ۱۶ / ۱۴۳۷ھ
January 16

05

ناامیدی کفر ہے

12

بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ

20

حدیث خلافت تیس (۳۰) سال، تحقیقی جائزہ

27

برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی

33

کیا نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے؟

* مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی * مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی

صحابہ کرام کے سنہری اقوال

سنت نبوی کی موجودگی میں، کسی بھی شخص کا قول جبکہ وہ اس کے خلاف ہو، ناقابل التفات ہے

جب سیدنا امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کرنے سے منع فرمایا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کا احرام باندھنے کے بعد فرمایا:

”مَا كُنْتُ لِأَدَّعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ“۔

”میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی شخص کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والإقراء والإفراء بالحج....: ۱۵۲۳)

﴿اپنی بڑی بڑی کمیوں کو نظر انداز کر کے، دوسروں کی چھوٹی چھوٹی کمیوں کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”يُبْصِرُ أَحَدُكُمْ الْقَدَاةَ فِي عَيْنِ أَخِيهِ، وَيَنْسَى الْجَدْعَ أَوِ الْجَذَلَ فِي عَيْنِهِ“

”تم میں سے بعض لوگ اپنے بھائی کی آنکھ کا تزکا تو دیکھتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کے شہتیر کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔“

(الزهد للإمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۲۶، ج: ۹۹۵، وضع حواشيه: محمد عبد السلام شاہین، واسنانه حسن)

❁ فوائد:

(۱) اس قول کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے بھائی کی چھوٹی چھوٹی کمیوں کو تو دیکھتے ہیں لیکن اپنی بڑی بڑی کمیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔ دیکھیں: (صحیح ابن حبان بتحقیق الارنؤوط: ۴۴/۱۳، ج: ۵۷۶۱، والصحیحة: ۴۴/۱، ج: ۳۳)

AHL US SUNNAH Volume No.6, Issue No.63, January-2017

جلد: ۶

فی شماره - 30/- Rs.

شماره: ۶۳

سالانہ - 300/- Rs.

جنوری ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

اهل السنة مبینی

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی
مدیر اعزازی: انصار زبیر محمدی
معاونین: ابوالبدیان رفعت سلفی، اسرار احمد سلفی، حافظ اکبر علی سلفی
فور میٹنگ: شفیق احمد محمد عدیل محمدی
گراؤٹ ڈیزائنر: طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی، ای، او: زید خالد ٹیل

مجلس مشاورت

- شیخ محفوظ الرحمن فیضی • دکتور عبدالرحمن مدنی
- شیخ نور الحسن مدنی • شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبر شپ رابطہ نمبر: 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-I, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400058 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl. Estate, Pannalal
Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

الاهل السنّة

05	عبدالمکرم بن عبدالحق	نامیدی کفر ہے	اداریہ
07	ظہیر الدین سنابلی	منافقین کی منافقانہ چال	درس قرآن
09	انصار زبیر محمدی	حلال و حرام اور دل کی دنیا	درس حدیث
12	محمد جعفر انوار الحق الہندی	بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ	بحث و نظر
20	کفایت اللہ سنابلی	حدیث خلافت تیس (۳۰) سال تحقیقی جائزہ	بحث و تحقیق
27	شعبان بیدار صفادی	برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی	تجزیہ
33	حافظ اکبر علی سلطی	کیا نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے؟	غلط فہمی کا ازالہ
36	حافظ اکبر علی سلطی	عباد بن کثیر الرملی الشامی جرح و تعدیل کے میزان پر	جرح و تعدیل
39	رمضان اللہ عبدالرؤف سرائیکی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی بعض شکلیں اور نصرت الہی	سیرت خیر الوری
45	سیدہ رحمت النساء	کائنات اور ہم	فکریہ
46	ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی	طلاق کے چند مسائل	فقہ و فتاویٰ

ناامیدی کفر ہے

عبد الشکور بن عبدالحق

یا تو حکومتی اعداد و شمار دیکھ لیں۔ یہ آپ کو نہ بھاتا ہو تو اپنے محلوں اور بستیوں کے مسلم نوجوانوں کا سروے کر لیں اس پہلو سے کہ ان میں سے کتنے سوراخوں نے ایس ایس سی پاس کیا ہے۔ یا اس پہلو سے کہ انکی دلچسپیاں کیا ہیں اور انکے شب و روز کہاں گزرتے ہیں اور اس پہلو سے بھی کہ بیڑی، جوتے، زری کے کارخانوں میں کس قوم کے بالغ و نابالغ جوان و نوجوان اپنی عمر عزیز ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کو اپنی قوم کا تعلیمی حال و مستقبل واضح طور پر دکھائی دیگا۔ اور آپ آئندہ اپنی ناکامی و بستی کا ٹھیکرہ دوسروں کے سر پھوڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

اسی طرح معاشی و اقتصادی صورت حال دیکھیں تو ہم کسی قطار و شمار میں نہیں ہیں۔ ملک کی تمام تر بڑی کمپنیاں یا کارپوریٹ خاندانوں میں ہمارا ذکر تک نہیں ہے۔ الغرض ملکی سطح پر ہماری مجموعی حالت بڑی افسوس ناک اور درو آگس ہے۔

اور اگر ہم اہل اسلام کی عالمی صورت حال دیکھتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ عالمی پیمانہ پر بھی قوم مسلم بدترین حالات سے دوچار ہے۔ عالمی سیاست میں وہ کسی قطار و شمار میں نہیں ہے۔ ان کے بنائے ہوئے کچھ لنگڑے ولولے تنظیمیں ڈھانچے ہیں جو صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ کوئی مذمتی بیان جاری کر سکیں یا کسی مسلم ملک کی تباہی و بربادی کے بعد اسکی تعمیر نو کیلئے عالمی تعمیراتی کمپنیوں کی آمدنی میں اضافہ کریں۔ انکے یہ تمام عالمی ادارے کسی سے اپنی ایک بات نہیں منوا سکتے۔ کیوں کہ جسکی لالچی اسکی بھینس کا اصول ہمیشہ لاگو رہا ہے اور رہے گا، اور امن و سلامتی کی باتیں ڈھکوسلہ ہیں۔ چونکہ اسلامی ممالک عسکری قوت میں اوروں کے مقابلے کمزور ہیں اسلئے انکی ہر قرارداد و صدا بکھرا ہوا ثابت ہوتی ہے۔

دنیا کے طاقتور ممالک جب چاہتے ہیں کسی نہ کسی بہانے سے کسی

اگر آج میڈیا کے مختلف ذرائع سے نقشہ عالم پر ایک جائزہ ہی نظر ڈالی جائے اور اللہ رب العزت کی عطا کردہ سمجھ بوجھ اور علم و فہم کا ادنیٰ سا حصہ بھی استعمال کیا جائے تو یہ آشکارا ہو جائیگا کہ آج امت اسلامیہ کس کمپری، زبوں حالی، تنزلی اور انحطاط کا شکار ہے۔ عزت و سر بلندی، ترقی و زہد ہار، علم و تحقیق، طاقت و قوت کی ہر فہرست میں وہ آخری پائیدان پر ہے۔ اور علمی تنزلی، بد عنوانی، آپسی تفرقہ بازی، اخلاقی گراؤ، سیاسی و عسکری کمزوری کی فہرست میں وہ سرفہرست ہے۔

چاہے آپ ملکی حالات پر نظر ڈالیں یا عالمی منظر نامہ پیش نظر رکھیں، آپکی نگاہیں ہر طرف مایوس کن و صورت حال کا ہی مشاہدہ کریں گی۔ ملک میں ہمارا کوئی سیاسی وزن نہیں ہے، بے پندے کے لوٹے کی طرح ہم الگ الگ سیاسی پارٹیوں کی سمت لڑ سکتے رہتے ہیں۔ ہمارے قومی سیاسی رہبر ان نے آزادی سے لیکر اب تک شاید اپنے ذاتی مفادات اور پارٹی وفاداری سے اٹھ کر دیکھا ہی نہیں، اور ہمیشہ مسلمانوں کے قومی مفادات پر سمجھوتا کرتے رہے۔ اور انکیشن کے مواقع پر مختلف اسکیموں اور منصوبوں کے سراپا نہیں دکھاتے رہے۔

ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہونے کے باوجود ہم سیاسی اعتبار سے ملک کے کمزور ترین طبقات سے بھی کمزور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کسی بھی مطالبے، میمورنڈم، مذمتی بیان اور مظاہروں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ نیوز چینل انکا سرسری ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

آزادی کے بعد اتنے مایوس کن حالات شاید پہلے کبھی نہ رہے ہوں جتنے آج ہیں۔ علمی و تعلیمی لحاظ سے دیکھیں تو اس میں بھی ہم سب سے پیچھے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی قوم کا تعلیمی گراف دیکھنا ہے تو

اسکی رحمت سے مایوسی بعض صورتوں میں گناہ کبیرہ اور بعض صورتوں میں کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

اور اس اہم مسئلہ میں علمائے کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت، اسکے فضل و کرم اور اسکی نصرت و مدد سے مایوسی کبھی گناہ کبیرہ ہوتی ہے اور کبھی کفر تک پہنچ جاتی ہے اور اسکا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مایوسی اتنی گہری ہو کہ انسان کے یہاں اپنے اور اپنی قوم کے بابت اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی امید پوری طرح ختم ہو جائے اور اسکی مدد و رحمت کے نزول کے انکار لازماً آتا ہے جن کفر ہے کیوں کہ اس سے ان تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہے جن میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان پر رحمت اور اسکی نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس شخص پر یہ آیت صادق آتی ہے ﴿إِنَّهُ لَا يَجْنُ عَنْ ذَوْعِ اللَّهِ إِلَّا الْفُؤْمُ الْكَافِرُونَ﴾ (یوسف: ۸۷) بیشک اللہ کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

ہاں اگر یہ مایوسی اس وجہ سے ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو بھاری سمجھ رہا ہے اور بعید سمجھتا ہے کہ اس کے گناہ بخش دئے جائیں اور اسے معاف کر دیا جائے اور دنیا میں کسی قوم کی سر بلندی و عزت کے پیمانوں کو دیکھتا ہے تو اپنی قوم کی اصلاح و سر بلندی سے مایوس ہو جاتا ہے۔ لیکن اسکی مایوسی کی تاریکیوں میں امید کی ایک ہلکی سی کرن بھی ہے تو یہ مایوسی کفر نہ ہوگی لیکن گناہ کبیرہ ہوگی کیوں کہ ہمیں شریعت نے تعلیم دی ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں ہمیں مایوس نہیں ہونا ہے جیسے کہا گیا: ﴿وَمَنْ يَفْضَلْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾ (الحجر: ۵۶) اپنے رب کی رحمت سے صرف گمراہ لوگ کی مایوس ہوتے ہیں۔

اور اللہ کے رسول - صلی اللہ علیہ وسلم - نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم بہر صورت اپنے رب سے اچھا گمان رکھیں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان پر ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے اچھا گمان رکھتا ہے تو میں اسکے ساتھ اچھا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے برا گمان رکھتا ہے تو اس کے ساتھ برا ہوتا ہے۔ (مسند احمد: ۹۰۷۶)

کہنے کی بات یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ حالات کتنے ہی بد سے بدترین کیوں نہ ہوں جائیں ہمیں نا امید نہیں ہونا چاہیے اور اہل عقل و دانش اصحاب فکر و نظر اور والیان قلم و قرطاس کو اپنی قوم کو آج کی دس ورس دینا چاہیے۔ کیوں کہ نا امیدی کفر ہے اور امید مشکل حالات میں زندہ رہنے کا فارمولہ اور ناموس شریعت ہے۔

بھی مسلم ملک کو تخت و تاج کر دیتے ہیں بلکہ اسکی اینٹ سے اینٹ بنادیتے ہیں اور اہل اسلام کچھ نہیں کر پاتے ہیں۔

اسی طرح ہم اگر یہ دیکھیں کہ دنیا کی ترقی اور انسانیت کی فلاح و بہبود، علم و معرفت کوئی جہتیں عطا کرنے میں ہماری فی زمانہ کیا حصہ داری ہے تو اس میں بھی ہم اپنے آپ کو تہی دامن پاتے ہیں۔ جسکا ایک معیار نوبل انعام بھی ہے (اس سے قطع نظر کہ انعام کی رقم سودی ہوتی ہے) اور نوبل پرائز کی پوری تاریخ میں ہم خال خال ہی نظر آتے ہیں جبکہ ہمارے سروں کی گنتی کتنی ہی ایسی قوموں سے زیادہ ہے جو قلت تعداد کے باوجود علم کے اس تہذیب سے اپنی پوشاک سجائے ہوئے ہیں۔

اور تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ ہماری آپسی خانہ جنگی اور ہمارے ملکوں پر غیروں کی فوجی چیرہ دستی نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا ہے ہمارے ممالک یکے بعد دیگرے نیست و نابود کئے جا رہے ہیں اور ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں۔ بلکہ جو ممالک ہمارے ہاتھوں میں ہیں اگر دیکھا جائے تو وہ بھی برائے نام ہمارے ہیں جب چاہے کوئی طاقتور ملک یا کوئی عالمی اتحاد انکی خود مختاری کو بچ لے۔

یہ تو حالات کا رونما تھا جو رو یا جاتا رہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شام کی موجودہ تباہی ہر صاحب نظر کو تار یوں کے ہاتھوں بغداد اور صلیبیوں کے ہاتھوں اندلس کی تباہی یاد دلاتی ہے اور ہم اس کا ماتم بھی منا رہے ہیں جیسے ابن کثیر - رحمہ اللہ - نے بغداد کی تباہی کا مٹری ماتم کیا تھا اور ابو البقا الرندی نے اپنے دسوز اشعار میں اندلس کا مٹریہ پڑھا ہے۔

لیکن موجودہ حالات کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ ان حالات کی وجہ سے اہل اسلام کے دلوں میں مایوسی ڈیر اڈال رہی ہے۔ ہر محفل و مجلس میں یاس و قنوطیت کی فضا بکھلی رہی ہے، اور قوموں کی زندگی کے لئے یہ بات خوش آئند نہیں ہے۔ اور یہ قوم تو پھر صاحب کتاب ہے، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اسکا شیوہ ہے، مایوسی کفر ہے یہ اسکا شعار ہے۔

حالات کچھ بھی ہوں، امید کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹنا نہیں چاہئے۔ اور یہ حالات اندلس کے حالات سے زیادہ برے تو نہیں ہیں جہاں سے اسلام کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا۔

آج اہل قلم و شہسوارانِ منبر و محراب کی ذمہ داری ہے کہ قوم میں مایوسی نہ پیدا کریں بلکہ اسے مایوسی اور نا امیدی کے دلدل سے نکالیں اور اسے حوصلہ عطا کریں۔

اور اس قضیے کا ایک اہم شرعی پہلو یہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم اور

منافقین کی منافقانہ چال

ظہیر الدین سنابلی

درگزر کریں، ان کا مواخذہ نہ کریں اور لوگوں کے سامنے ان کا راز فاش نہ کریں اور آپ ان سے ڈریں بھی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

منافقین سے اعراض کی حکمت میں علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر ان سے عفو و درگزر کا معاملہ نہ کیا جاتا تو لوگ اسلام سے متنفر ہو جاتے کہ یہ کیسا دین ہے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کا قتل کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”من الشواہد علی قاعدة سد الذرائع: ان النبی ﷺ کان یکف عن قتل المنافقین مع کونه مصلحاً لئلا یکون ذریعة الی قول الناس ان محمداً ﷺ یقتل اصحابہ لا من هذا القول یوجب النفور عن الاسلام ممن دخل فیہ ومن لم یدخل فیہ وهذا النفور حرام“ (اقامة الدلیل علی ابطال التحلیل: ۴۷۱/۳) ترجمہ: اصول سد الذرائع کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے منافقین کا قتل نہیں کیا جبکہ ان کے قتل میں فائدہ بھی تھا صرف اس سبب سے کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کا قتل کرتے ہیں کیوں کہ یہ چیز اسلام میں داخل ہونے والے اور جو لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں انہیں اسلام سے متنفر کرتی ہے اور اسلام سے متنفر کرنا حرام ہے۔

(توکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلاً) آپ اللہ پر توکل کیجئے یعنی آپ ان منافقین کی سازشوں اور حیلے بازیوں کے تعلق سے اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے

اور اپنے معاملات کو اسی کے حوالے کر دیجئے کیوں کہ وہی کارساز ہے اور بطور کارساز وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقُولُوا طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ (النساء: ۸۱) ترجمہ: اور یہ (منافقین) کہتے ہیں (ہمارا کام تو آپ کی) فرمانبرداری ہے۔ پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی کبھی ہوئی بات کو بدلنے کے لئے مشورہ کرتا ہے، اور اللہ جو کچھ رات کو وہ سازش کرتے ہیں لکھ لیتا ہے۔ پس آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، بطور کارساز اللہ ہی کافی ہے۔

آیت کی مختصر تفسیر:

منافقین کی ایک عادت قبیحہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے ہیں اور آپ ﷺ انہیں کسی کام کا حکم دیتے یا کسی عمل سے روکتے تو وہ فوراً منافقانہ وصف اپناتے ہوئے صرف اپنی زبان سے کہتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کی ہر بات پر اطاعت کریں گے لیکن ان کے دل میں مخالفت و عناد کا غبار ہوتا۔ چنانچہ جب وہ اللہ کے رسول کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا تھا اس کی مخالفت کرنے کے لئے آپس میں مشورہ کرتے، آپ کی کبھی ہوئی بات کے خلاف سازش رچتے اور اس پر عمل نہ کرنے کے لئے مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کرتے لیکن اللہ نے انہیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ تم رسول ﷺ کے خلاف مشورہ کرتے ہو اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے اور وہ تمہاری ہر بات لکھ رہا ہے۔

(فاعرض عنهم) آپ ان سے اعراض کریں یعنی ان سے

فوائد:

☆ اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت کہ منافقین بھی اسے واجب سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکی مخالفت کے لئے وہ مختلف حیلے اپناتے تھے۔

☆ نفاق کی قباحت کہ وہ انسان کو اطاعت و فرمانبرداری کے قریب تک جانے نہیں دیتا۔

☆ مخالفت رسول کا انجام۔

☆ نفاق کی ایک بڑی علامت قول و عمل میں تضاد۔

☆ اسلام کے نظام امن و امان کی وسعت کہ ظاہری طور پر اسلام کو اپنانے والے کو بھی اسلام کی برکت سے جان، مال اور عزت و آبرو کا امان حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ عفو و درگزر کی اہمیت کہ منافقین کے اعمال ردیلہ کے باوجود آپ ﷺ کو ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ توکل علی اللہ کی اہمیت کہ منافقین کی سازشوں کے مقابلہ میں اللہ کے رسول کو اس کا حکم دیا گیا ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ منافقین کی سازشیں چاہے کتنی بھی گہری ہوں اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتیں۔

☆ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ بندوں کے اعمال پر نگہبان ہے اور ان کا ہر ایک عمل اس کے یہاں لکھا جاتا ہے۔

اسلام میں تواضع کی اہمیت و فضیلت:

قارئین کرام: مذہب اسلام میں انسانوں کی فلاح و نجات کے لئے بے شمار ذریعے اصول اور روشن طریق ہیں جن کو ابن آدم اگر اپنی اس مختصر سی حیات میں اپنالے تو ان شاء اللہ العزیز اس کی اس دنیا کے ساتھ ساتھ اخروی اور ابدی دنیا بھی بہتر ہو جائے، اور رب کائنات کے تخلص و مقرب بندوں میں شامل ہو جائے۔

کامیابی و کامرانی کے اہم راہوں میں سے ایک تواضع اور انکساری کی راہ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس بارے میں کئی فضیلتیں آئی ہوئی ہیں اور نبی کریم ﷺ خود تواضع پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے نماز، استسقاء کے وقت نہایت ہی عاجزی اور انکساری و تواضع کا مظاہرہ کیا تھا۔ حدیث پیش خدمت ہے: قال ابن عباس: ”خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم للاستسقاء متذللاً متواضعاً متخشعاً ومتضرعاً“۔ (ارواء الغلیل: ۶۶۹)

ایک حدیث مبارکہ میں تواضع کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جو تواضع کو اپناتا ہے اللہ اس کے مقام کو بلند کر دیتا ہے۔ ”وَمَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ زَفَعَهُ اللَّهُ“ (مسلم: ۲۵۸۸، الصحيحۃ: ۲۳۲۸، واللفظ للہ)

اسی طرح تواضع اختیار کرنے والوں کو اللہ رب العالمین روز قیامت ایمان کا لباس پہنائے گا۔ حدیث رسول پیش خدمت ہے۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجَنْهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”مَنْ تَرَكَ اللَّبَاسَ تَوَاضَعًا لِلَّهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ ذَعَاهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى زَعْوَمِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يَخْتَارَهُ مِنْ أَيْ حَلَلٍ الْإِيمَانُ شَاءَ يَلْبَسُهَا“۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۱، الصحيحۃ: ۷۱۸) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے استطاعت رکھنے کے باوجود تواضع اختیار کرتے ہوئے (بہترین لباس نہ پہنا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے لائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ وہ ایمان کا جو لباس چاہے پہنے۔“ اللہ ہم سب کو تواضع اختیار کرنے کی توفیق دے آمین۔

اکرام الدین سلفی

امام عامر بن شراحیل الشیبی رحمہ اللہ
(المتوفی: ۱۰۰ھ) فرماتے ہیں:

”لَا أَذْرِي نِصْفَ الْعِلْمِ“۔ (سنن

الدارمی بتحقیق
الدارمی: ۴۶۶/۱، ج: ۱، ۱۸۶، وقال المحقق:

اسنادہ صحیح)

(ترجمہ): ”لَا أَذْرِي“ (یعنی میں نہیں

جانتا ہوں) کہنا، آدھا علم ہے۔

*

حلال و حرام اور دل کی دنیا

انصار زیر محمدی

حرام ہیں یا حلال؟ لیکن پختہ علم اور صحیح سوچہ بوجھ رکھنے والوں کے لئے یہاں بھی کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن نازل فرمایا: اور امت کو جن چیزوں کی ضرورت ہے ان تمام کا ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ النحل: ۸۹) اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے، جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۷۶) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یہ وضاحت اس لئے کرتا ہے کہ تم بھٹکتے نہ پھرو، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

﴿وَمَا لَكُمْ أَن لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۱۹) آخر کیا بات ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ التوبة: ۱۱۵) اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا، حتیٰ کہ ان پر یہ واضح نہ کر دے کہ انہیں کن کن باتوں سے بچنا چاہئے۔

ان آیتوں میں جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب قرآن مجید کو لوگوں کی ہدایت اور ان کے لئے چیزوں کی وضاحت کے لئے نازل فرمایا ہے، وہیں یہ بھی فرمایا کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جانب سے کسی چیز کی وضاحت کرے یا کسی آیت کا مفہوم نکالے، یا اپنی رائے سے دین کا کوئی مسئلہ حل کرنا چاہے تو اسے یہ آیت ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ دین کامل ہے اور زندگی کے تمام امور کو شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (سورۃ النحل: ۳۳) آج میں

عن أبي عبد الله النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن الحلال بين وإن الحرام بين وبينهما أمور مشبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات، وقع في الحرام، كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل ملك حمى، ألا وإن حمى الله محارمه، ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسد فسد الجسد كله ألا وهي القلب۔ (صحیح البخاری: ۵۲) و صحیح مسلم: ۱۵۹۹) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان پر عمل پیرا ہو گیا) تو وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چرواہا (اپنا ریوڑ کسی کھیت کی) باز کے قریب چرائے تو غریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی ٹہکی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ پھر فرمایا: خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے) باز لگا دی ہے۔ (اور اپنی رعایا کے لئے حد بندی کر دی ہے)، اور بلاشبہ اللہ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں، جو اس نے حرام بنائی ہیں، پھر فرمایا کہ خبردار انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، اور وہ ٹکڑا خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے۔

اس حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شریعت میں حلال و حرام کے اکثر مسائل بالکل واضح ہیں، ان میں کسی قسم کا شبہ یا تردد نہیں ہے، البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن کی حلت و حرمت میں لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے، کہ یہ

جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں تو زمین پر کھجور گری ہوئی پاتا ہوں، اسے میں کھانے کے لئے اٹھالیتا ہوں، پھر مجھے اندیشہ آتا ہے کہ شاید یہ صدقہ کی ہو، یہ سوچ اسے پھر زمین پر پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۲۳۴۴، وصحیح مسلم: ۱۰۷۰)

مسند احمد میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک شب نیند نہیں آ رہی تھی آپ کی بعض ازواج مطہرات نے کہا یا رسول اللہ آج رات آپ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی نیند نہیں سوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک کھجور پڑی تھی جسے میں نے کھالیا، جب کہ ہمارے یہاں صدقہ کی کھجوریں بھی تھیں، مجھے خوف محسوس ہوا کہ میں نے جو کھجور کھالی ہے کہیں وہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ (خرجہ احمد فی المسند: ۱۸۳/۲-۱۹۳، وحسنہ الشیخ شعیب الأرنؤوط)

نور کیجئے نبی کریم ﷺ شبہ والی چیزوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس لئے کھانے پینے میں اور عبادات و معاملات کے تمام کاموں میں انسان کو چاہئے کہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ اسے دوسرے ہوتا ہے کہ نماز میں اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس وقت تک نماز نہ توڑو جب تک آواز نہ سن لو یا بونہ پاؤ (صحیح البخاری: ۱۳۷۴، وصحیح مسلم: ۳۹۱) حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ جس طرح چٹھنڈی کے کنارے بکریاں چرانے والا ہمیشہ اس خطرہ سے دوچار ہوتا ہے کہ اس کا جانور کہیں کھیت میں نہ چر لے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس مثال کے ذریعہ امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ شبہ والی چیزوں کے قریب جانے میں حرام میں پڑنے کا خدشہ ہے۔ حدود اسی لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان کی پابندی کی جائے۔

دل کی کہانی: حدیث کے آخری حصہ میں دل کی کیفیت اور اس کی حیثیت بیان کی گئی کہ انسان کی ساری حرکات و سکنات، اس کی نگاہ، وزن، بان، اس کا ہاتھ پیر، اور جسم کا ہر عضو دل کی صحت و سلامتی پر منحصر ہے، انسان کے جسم میں دل کو سنٹر کی حیثیت حاصل ہے، جس طرح سنٹر اور صدر مقام سے سارے کام انجام پاتے ہیں اسی طرح انسان کے جسم کے سارے حصے کو دل ہی سے غذا اور دوا سپلائی کی جاتی ہے، انسان کے دل میں اگر اللہ کی محبت رچی بسی ہے اور اللہ کے خوف سے اس کا دل معمور ہے تو اس کے سارے کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق انجام پائیں گے، وہ گناہوں سے دور رہ کر زندگی گزارے گا، اور اس کے برعکس اگر اس دل میں غیر اللہ کی محبت بسی ہے، اس پر خواہشات نفس کا غلبہ

نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ﴿قَدْ نَرَىٰ كُنُفَكُمْ عَلَىٰ النَّيْظِ لَا يُلْهِيَا كُنُفَارَهُمَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ﴾ (خرجہ ابن ماجہ (۳۳) و احمد ۲۶۶۳، وصحہ الانبالی) میں نے تمہیں ایسی روشن شاہ راہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات دن کی مانند ہے، اس سے میرے جانے کے بعد وہی بھٹکے گا جو ہلاک ہونے والا رہے گا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ﴿تَوَفَّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا ظَنَرْتُ يَحْرُكُ جَنَاحِيهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا وَقَدْ ذُكِرَ لِمَا نَهَ عَلِمًا﴾ (خرجہ احمد ۱۵۳۶۵، رقم: ۲۱۶۸۹، وحسنہ الشیخ شعیب الأرنؤوط) نبی کریم ﷺ دنیا سے چلے گئے مگر ہمیں ہر چیز کی خبر دے گئے یہاں تک کہ آسمان میں اڑنے والے پرندے کا بھی علم دے گئے۔

اشیاء کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ وہ چیزیں جو واضح طور پر حلال ہیں۔ ۲۔ وہ چیزیں جو واضح طور پر حرام ہیں۔ ۳۔ وہ چیزیں جو شبہ والی ہیں۔

۱۔ وہ چیزیں جو بغیر کسی شک و شبہ کے حلال ہیں مثلاً پھل، فروٹ، میوہ جات، اناج، غلہ، بکری، اونٹ کا گوشت، روٹی کا لباس، یا اسی طرح خفہ و دبیہ۔ یہ دو مال قیمت وغیرہ۔

۲۔ وہ چیزیں جو بلاشبہ حرام ہیں جیسے مردار کھانا، خون، سور کا گوشت، محرمات سے نکاح کرنا، مردوں کیلئے رشتہی لباس زیب تن کرنا، سود، جوا، حرام چیزوں کی تجارت اور ان کی قیمت کھانا، کسی کا مال ہڑپ کر لینا اور چوری و کینت وغیرہ۔

۳۔ وہ چیزیں جن کی حلت و حرمت مشتبہ ہے، مثلاً مگر مچھ کا گوشت، بیج، تورق، سونے کا پانی چڑھائی ہوئی گھڑی یا گھوٹی کا پہننا، سگریٹ و خفہ نوشی وغیرہ۔

سگریٹ نوشی کو بعض لوگوں نے حلال کہا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ بعض نے حرام کہا ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کے مفاسد شراب ہی طرح فوائد سے زیادہ ہیں۔ بعض لوگ مکروہ کہتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا ہے کہ انسان اس شبہ والی چیز سے دور رہے، ویسے رائج قول کے مطابق حرام ہے۔ لیکن یہ حرمت خیر اور سود کی طرح نہیں ہے۔

اسی لئے مشتبہ امور کے بارے میں فرمایا گیا: انہیں بہت لوگ نہیں جانتے، بعض مرتبہ علم کی کمی بھی انسان کو شک و شبہ میں ڈال دیتی ہے۔ اس لئے جہاں انسان کو شک و شبہ ہو وہاں شبہات سے کنارہ کش ہو جائے اسلئے کہ اسی میں اس کے ایمان کی سلامتی ہے۔

کے لئے دیا، اللہ کے لئے روکا، اور اللہ کیلئے محبت کیا، اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کیا تو گویا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

﴿انما حرم علیکم الميتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللہ﴾ اس نے تم پر مردار، خون اور سوار کے گوشت کو اور ان تمام چیز حراموں کو جنہیں اللہ کے سوا کسی اور کے ساتھ نامزد کر دیا گیا ہو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ: ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هو الذی أنزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن أم الکتاب و آخر متشابہات فأما الذین فی قلوبہم زغ فیتبعون ما تشاہ منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاولہ و ما یعلم تاولہ الا اللہ﴾ (سورۃ آل عمران: ۷) وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی، جس کی کچھ آیات محکم ہیں، اور بیسی (محکمات) کتاب کی اصل بنیاد ہیں، اور دوسری متشابہات ہیں، اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنہ انگیزی کی خاطر متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور انہیں اپنے حسبِ مشا معنی پہناتے ہیں، حالانکہ ان کا صحیح مقبوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو کتاب کے پیچھے لگتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام لیا ہے لہذا ان سے ہوشیار رہو۔ (اخرجه البخاری: ۳۲۶۶، حدیث تعبیر: ۳۵۴)

خوارج جو اہل بدعت کا پہلا گروہ ہے، جن کے بارے میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ محکم پر ایمان رکھتے ہیں، اور متشابہ میں گمراہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم، اور پختہ و مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ تمام اہل بدعت کی علامت یہی ہے کہ وہ متشابہ سے چمٹے رہتے ہیں اور محکم کو ترک کر دیتے ہیں، کیونکہ ان کے دل میں کجی ہوتی ہے۔

مسائل:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

- ۱۔ حرام چیزوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ۲۔ حلال اور حرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں شبہ نہیں پیدا کرنا چاہئے۔ ۳۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔ ۴۔ پختہ علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ۵۔ احتیاط کرنے میں دین اور ایمان کی سلامتی ہے۔ ۶۔ دل کی صفائی ضروری ہے۔ ۷۔ دل جسم کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے۔ ۸۔ مرجعہ پر اس حدیث میں روئے جو یہ کہتے ہیں کہ معصیت ایمان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

ہے، تو وہ معصیت میں غرق ہو کر زندگی گزارے گا، اسی لئے دل کو سارے جسم کا بادشاہ کہا جاتا ہے، اور جسم کے دوسرے اعضاء کو بادشاہ کی فوج کہا جاتا ہے، اگر بادشاہ صحیح رہے گا تو اس کی فوج بھی دیندار اور ایماندار رہے گی، اگر بادشاہ خراب ہو جائے گا تو اس کی ساری فوج بے دین و بے عمل ہوگی، جو ہر محاذ پر شکست سے دو چار ہوگی۔

لقمان علیہ السلام سے ایک دن ان کے مالک نے کہا کہ جسم کا سب سے اچھا حصہ مجھے لا کر دو، لقمان علیہ السلام نے ایک بکری ذبح کروائی اور اس کا دل اور زبان ایک تھلی میں سجا کر اپنے مالک کو پیش کر دیا، چند دنوں بعد ان کے مالک نے کہا: جسم کا سب سے برا حصہ مجھے لا کر دو، لقمان علیہ السلام نے پھر ایک بکری ذبح کروائی اور اس کا دل اور زبان لا کر اپنے مالک کی خدمت میں پیش کر دیا، جس پر ان کے مالک کو حیرت اور تعجب ہوا، اس نے سبب پوچھا؟

تو لقمان علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ﴿انھما أحسن شئی اذا طابا وأخیث شئی اذا خیثا﴾ یہ دونوں چیزیں (دل اور زبان) جب اچھی رہیں تو سب سے اچھی ہیں، اور اگر یہ دونوں چیزیں بگڑ جائیں تو جسم میں سب سے بری ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۃ لقمان)

اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف قلب سلیم ہی کام دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿یوم لا یفیع مال ولا بنون الا من أتى اللہ بقلب سلیم﴾ (سورۃ الشرح: ۸۸-۸۹)

جس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، الا یہ کہ کوئی اطاعت گزار دل لے کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

قلب سلیم کی تعریف یہ ہے کہ وہ آفتوں اور باطل عقائد و نظریات سے خالی ہو، جس دل میں اللہ کی محبت کے سوا کسی دوسرے کی محبت نہ ہو، اگر کسی دل میں غیر اللہ کی محبت ہے تو وہ دل فاسد اور مریض دل ہے، دل کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت، اللہ کا خوف، اللہ سے محبت، اللہ پر توکل، اور اللہ کی توحید بھری پڑی ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ﴾ (سورۃ آل عمران: ۳۱) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

سنن وغیرہ میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ﴿من أعطی اللہ و منع اللہ و احب اللہ و ابغض اللہ فقد استكمل الایمان﴾ (اخرجه ابو داؤد ۴۶۸۱، باسناد حسن و الترمذی ۲۵۴۱) و احمد ۳/۳۳۸، ۳۴۰ من حدیث معاذ بن انس الجعفی و الحدیث صحیح بمجموع طرقہ و شواہدہ۔ جس نے اللہ

بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ

محمد جعفر انوار الحق الہندی

یہ مضمون دراصل علامہ محمود شاہ کی شاہکار تصنیف ”التاریخ الاسلامی“ کی جلد ۴ کا مقدمہ ہے، جس میں بنی امیہ کی تاریخ ذکر کی گئی ہے، تاریخی واقعات کا تذکرہ کرنے سے پہلے ۵۰ صفحات پر مشتمل یہ قیمتی تحریر انہوں نے بطور تمہید پیر و قلم کی ہے۔

پچھلے دنوں حادثہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سلسلے میں جب علامہ کا موقف معلوم کرنے کے لئے اس جلد کا مراجعہ کیا تو اس چشم کشا تحریر نے قلب و نظر کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، چونکہ اردو زبان میں اس طرح کی معلوماتی تحریریں کمیاب ہیں اس لئے ”خلافت و ملوکیت“ جیسی زہر آلود، فکری انارکی سے لبریز اور قرون اولیٰ کی کردار کشی پر مبنی کتاب ہمارے ماحول میں رواج پذیر ہے، اس ناطے میں نے سوچا کہ اس واقع اور قیمتی تحریر کو اردو جامہ پہنا کر قارئین کو عہد بنو امیہ کے سلسلے میں مبنی بر صداقت معلومات سے آگاہی کا موقع فراہم کیا جائے، کیوں کہ عہد بنی امیہ کو مطعون کرنے کا سادہ سا مطلب ہے قرون مشہود لہا بالخیر کو مطعون کرنا، اور جب اس زمانے کے صحابہ و تابعین کی دینی، اعتقادی، علمی اور فکری جہت کو مجروح کر دیا جائے گا تو پھر اسلام تو انہیں کے زمانے سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے اس کی معنویت اور اس کی صداقت کو کس طرح اور کس ذریعہ سے درست قرار دیا جاسکے گا؟

نیز اس کا مطلب یہ بھی ہوگا جیسا کہ مستشرقین یا ان کے زالہ باروں کا دعویٰ ہے کہ اسلام دنیا میں رابع صدی سے زیادہ نافذ نہ رہا، کیوں کہ علوم و فنون، تحقیق و تیسرچ اور تمدن و کلچر کی ہمنوائی اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

اس تحریر کے ذریعہ اس خام فکر کا ازالہ بھی ہوگا اور قرون اولیٰ کی شاندار روایات کا احیاء بھی، اسی مقصد کے پیش نظر یہ تحریر قسط وار پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

(ابو جود الہندی)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على
نبينا وسيدنا خاتم النبيين وعلى آله وصحبه
أجمعين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له
وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد!

تاریخ بنو امیہ کو بہت زیادہ بگاڑ دیا گیا ہے، بلکہ اس کی شکل ہی مسخ کر دی گئی ہے اور ایسا تاثر دیا گیا ہے کہ عہد خلفائے راشدین اور عہد بنی امیہ کے درمیان یکبارگی ایسا انقطاع ہو گیا کہ دونوں عہد مختلف سمتوں میں رواں دواں ہو گئے، اور اسی لئے بعض لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ اسلام کو روئے زمین پر صرف عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں ہی

غلبہ اور حکمن حاصل ہوا، اور جب معاملہ اس تصور تک پہنچ گیا تو اس میں ایک نکتہ کا اضافہ کیا گیا کہ اسلامی حکومت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلیفہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قائم ہوئی جس کی مدت رابع صدی یعنی ۲۵ سال سے بھی کم ہے، اور اسلام پسند یا حالمین اسلام ایسا صرف اس لئے کر سکے کہ وہاں دیہاتی طرز زندگی اور سادہ اجتماعی زندگی ہی رائج تھی گویا کہ تمدن سے دوری اور بدویت اسلام کے غلبہ کی وجہ ہے ورنہ اگر حضارت و تمدن موجود ہوتا تو اسلام کی دال گلنے والی نہیں ہے، اسی لئے جب اسلامی فتوحات کے بعد تمدن و حضارت کی مدینہ منورہ تک رسائی

جذبات کو برا سمجھتے کیا اور انہوں نے بنو امیہ پر نہ صرف تنقید کی بلکہ ان پر شدید جرح بھی کی۔

اور چوتھے ان عوام کی طرف سے ان پر طعن کیا گیا جو تاریخ کو ذرا بھی نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جو انہوں نے سن رکھا ہے لوگوں کی زبانوں نے انہیں نقل کیا اور وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی ہیں، اسی طرح وہ کتابیں بھی ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور و متداول ہیں حالانکہ ان کے مصنفین کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہیں اور کیسے ہیں؟

ان تمام لوگوں نے مل کر بلا تفریق بنو امیہ پر تنقید کی اور ان کے عہد حکومت کو نشانہ بنایا، ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض نے قصداً ایسا کیا ہو اور بعض نے بلا ارادہ، بعض نے شعوری طور سے کلام کیا ہو اور بعض نے لاشعوری طور سے، لیکن ان تمام ہی لوگوں نے بنو امیہ کے بارے میں افواہوں اور بے سربسچی باتوں کو رواج دیا اور بغیر کسی تحقیق یا بغیر کسی تحلیل و تجزیہ یا بحث و جستجو کی ایک عمومی نظر ڈالے بغیر ان کا پرچار کیا، پھر بعد میں یہی افواہیں روایات بن گئیں اور انہیں قبولیت کے درجے میں رکھ کر بیان کیا جانے لگا، اور افواہوں کو صداقت باور کر لیا گیا، اور اخبار و واقعات کو اس طرح ڈھالا گیا اور انہیں اس طرح گھڑا گیا کہ وہ بنی امیہ کو مجرم قرار دیں اور انہیں بدترین شکل میں پیش کریں۔

ان غیر واقعی روایات یا افواہوں کو قبول کرنے میں درج ذیل چیزیں مددگار ثابت ہوئیں:

(۱) نبی ﷺ کے آل بیت سے تمام مسلمانوں کی محبت اور ان کے ساتھ ہمدردی، اسی کے ساتھ اگر اس کا اضافہ کر دیا جائے تو بات مزید قوی ہو جائے گی کہ انسانی نفس ہمیشہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے جس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا جو کسی عکبت و سزا کا شکار ہو جاتا ہے، زبانیں ان مصائب کو نقل کرتی ہیں اور ان میں اضافہ بھی کرتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اس درجہ حزن و ملال کا آئینہ بن جاتی ہیں کہ دل ان سے خون خون ہو جاتے ہیں، اور آنکھیں آنکھباری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور قلوب بھی ان کے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔

ہوئی اور فارسی و رومی تمدن سے اسلام کا مقابلہ ہوا تو اسلام اس حضارت و تمدن کے سامنے ٹک نہ سکا اور صحابہ کرام کے درمیان اختلافات رونما ہو گئے، اس کی مثال وہ اختلاف ہے جو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے مابین برپا ہوا، علی رضی اللہ عنہ اسلام کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر قائم رہنے کی نمائندگی کر رہے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ رومی تمدن سے متاثر ہونے والے گروہ کی نمائندگی کر رہے تھے، کیوں کہ بلا و شام میں براہ راست ان کا سابقہ رومی تمدن سے تھا۔

ہو سکتا ہے کہ بنو امیہ کی تاریخ کو مسخ کرنے کا مقصد خود ان کو نشانہ بنانا اور بدنام کرنا ہو مگر اصل میں یہ اسلامی حکومت پر حملہ کے ہم معنی ہے۔

عہد بنو امیہ پر متعدد جہات سے یلغار کی گئی ہے اور مختلف لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے، ایک تو ان کے سیاسی حریف بنو عباس کی طرف سے انہیں نشانہ طعن بنایا گیا، جن کے زمانے میں تاریخ کی تدوین عمل میں آئی ہے،

دوسرے ان کے حقیقی دشمن شیعہ اور خوارج کی طرف سے ان پر طعن کیا گیا، کیوں کہ یہ لوگ ان کے ہاتھوں سخت چوٹ کھا چکے ہیں۔

اور تیسرے ان اچھے جذبات کے حامل مسلمانوں کی طرف سے ان کو نشانہ بنایا گیا جنہیں اسلامی حکومت کا نظام شورا بیت سے نکل کر شاہی نظام میں منتقل ہو جانا دہشت زدہ کر گیا، کیوں کہ خلفائے راشدین کے عہد میں حکومت نظام شوری پر قائم تھی جو کہ بنی امیہ کے عہد میں بادشاہت میں تبدیل ہو گئی، یہ بات انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔

اسی طرح آل بیت کو جو مظالم اور مصائب لاحق ہوئے وہ بھی لوگوں پر بہت دشوار گزرے، اسی طرح کعبہ کیساتھ جو کچھ پیش آیا، اور آل زبیر کو جن مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، اور بنو امیہ کے گورنروں نے مسلمانوں پر جو قساوت کا معاملہ کیا، ان تمام باتوں نے مسلمانوں کے

رہا، بڑھاپے کی عمر میں جب کہ وہ ستر کے قریب تھے شام کی طرف جانے والے مجاہدین کے لشکر میں شریک ہوئے، معرکہ یرموک میں ان کا کارنامہ اور ان کا اپنے بیٹوں کو اللہ کی راہ میں جہاد اور قربانی دینے پر ابھارنا یہ سب لوگوں کو یاد نہ رہا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے جس کا رخ دمشق کی طرف تھا، انہوں نے اپنے کمانڈر بیٹے سے جنگ سے تھوڑی دیر پہلے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کا تقویٰ اور صبر کو لازم پکڑو، کیوں کہ اس وادی میں موجود ہر مسلمان لڑائی میں گھرا ہوا ہے، پھر تمہارا اور تمہارے جیسے لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہ مسلمانوں کے ذمہ دار اور کمانڈر ہیں، یہ لوگ صبر اور نصیحت کے زیادہ لائق ہیں، اے میرے بیٹے! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی جنگ میں صبر و برداشت اور اجر و ثواب کا تم سے زیادہ حریص اور دشمن پر تم سے زیادہ جری اور بہادر ہرگز نہ ہو، انہوں نے کہا: ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔“ (الہدایۃ والنہایۃ ۱۳)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے دن کھڑے ہو کر مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگے اور فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم عرب ہو اور عجمیوں کی سرزمین پر آئے ہو، اہل و عیال سے کٹ کر امیر المؤمنین اور مسلمانوں کی جماعت سے دور ہو کر یہاں آئے ہو واللہ! تم ایسے دشمن کے مقابل ہو جس کی تعداد زیادہ ہے اور جو تم سے شدید نفرت رکھتا ہے، اور تم نے انہیں ان کی جان ان کے ملک اور ان کی عورتوں کے بارے میں پریشان کر دیا ہے اللہ کی قسم! تمہیں ان لوگوں سے نجات و حفاظت دینے والی اور تمہیں اللہ کی رضا تک پہنچانے والی چیز صرف یہ ہے کہ سچائی کے ساتھ ان کا سامنا کرو اور ناپسندیدہ جگہوں پر صبر کرو، سن لو! یہ سنت لازم ہے، تمہاری پشت پر زمین ہے لیکن تمہارے اور امیر المؤمنین و جماعت مسلمین کے درمیان صحراء اور خشکی واقع ہیں، صبر کے علاوہ نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی جائے پناہ، اللہ کے وعدے کی امید رکھو وہی بہترین اعتماد کے لائق ہے، تم اپنی تلواروں سے اپنی حفاظت کرو اور باہمی تعاون کرو اور

آل بیت کو پیش آنے والی مصیبتیں جب اس طرح ہیں تو پھر اسکا اثر تو ہونا ہی تھا بلکہ ہو سکتا ہے وہ مصائب اس سے بھی زیادہ سخت اور قساوت پر مبنی ہوں جتنا ابھی تک بیان کیا گیا ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ ہر واقعے کی تحقیق اور اس کا تجزیہ ہونا چاہیے کہ اس میں اجتہاد کتنا ہے؟ اور اس میں مبالغہ اور لغزش کی آمیزش کتنی ہے؟

اسی طرح منہج اسلامی کی تطبیق کے اصولوں اور سطحی جذبات و بے وزن محبت کے درمیان تفریق کرنا چاہیے!۔

(۲) بنو امیہ کے اکثر لوگوں کا اسلام قبول کرنے میں تاخیر کرنا بھی ان روایتوں رافواہوں کے قبول کرنے میں معاون ثابت ہوا ہے، بنو امیہ کے اکثر لوگ اسلامی دعوت کے مقابل صف میں شامل اور دشمنی پر آمادہ رہے بلکہ انہوں نے اسلام سے جنگ کے لئے قریش کی قیادت کی، اور مسلمانوں کے خلاف بڑا لشکر جمع کیا اور مختلف احزاب اور ٹولیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کیا، ان میں سب سے آگے ابوسفیان حضربن حرب تھے جن کی طرف پہلا اموی خاندان منسوب ہے، اور فتح مکہ کے موقع پر جس طرح وہ اسلام لائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تلوار کے ڈر سے اسلام لائے تھے، وہ حنین اور طائف میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوئے لیکن فال ٹکانے والا تیراب بھی ان کے ترکش میں موجود تھا، اور اس دن انہیں اور ان کی اولاد کو مال غنیمت کا بہت بڑا حصہ دیا گیا تاکہ اسلام میں ان کی دلجوئی کی جاسکے۔

ان حالات نے مسلمانوں کو بھلا دیا کہ اس غزوہ کے فوراً بعد انہوں نے حسن اسلام کا مظاہرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیر ان کا والی رگورز متعین کیا، اور نبی ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ ان سے راضی تھے ”رضی اللہ عنہ وارضاه“

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن میں صدقات کا ذمہ دار بننا کر بھیجا۔

لوگوں کو میدان جہاد میں ان کا بہترین کارنامہ بھی یاد نہ

میدان میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی اور ہر موقعہ پر آپ ﷺ کے مقابل کھڑے ہوئے احد کے دن مسلمانوں کو شدید ضرر اور اذیت پہنچائی، بلکہ اس دن مسلمانوں کو جو بھی زخم لگا اور جس بھی مصیبت سے وہ دوچار ہوئے اس کا حقیقی اور اساسی سبب وہی تھے، پھر وہ اسلام لائے، وہ خود اپنے اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور کہا: میں نے اللہ کی راہ سے روکنے میں جب بھی اور جو بھی کوشش صرف کی ہے اس کے لئے آپ استغفار فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے باوجود آپ میرے لئے مغفرت طلب کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ! خالد بن ولید نے تیری راہ سے روکنے میں جو بھی محنت صرف کی ہے تو ان تمام کو بخش دے۔“ (طبقات ابن سعد: ۲۵۲/۳)

یہ بات جس طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہے اسی طرح عمرو بن العاص، ابوسفیان، سمیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوجہل، زبیر بن ابی امیہ الحزومی، اور صفوان بن امیہ بن خلف النجفی پر بھی صادق آتی ہے۔

(۳) مروان بن الحکم کا رویہ بھی ان افواہوں کی قبولیت میں مددگار ثابت ہوا، وہ اچانک ظاہر ہوئے اور اموی خاندان کی دوبارہ حکومت کی بنیاد ڈالی حالانکہ اس سے قبل وہ معروف نہ تھے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، خلیفہ سوم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اواخر خلافت میں نمایاں ہوئے، اور بعض اہم فیصلوں اور معاملات میں شریک ہوئے، خلیفہ ان پر اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے، اور بہت سی اہم ذمہ داریاں انہیں سونپتے تھے، یہ بات مورخین کے زعم کے مطابق ہے۔

خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ کا فداکارانہ دفاع کیا اور معرکہ جمل میں شریک ہوئے اور جنگ کی حتیٰ کہ زخموں سے نڈھال ہو گئے اور کسی عورت کے گھر میں علاج کے لئے لے

تمہارے یہی اعمال تمہارا قلعہ اور تمہاری پناہ گاہ ہونی چاہیے پھر وہ عورتوں کی طرف گئے انہیں وصیت کی پھر پلٹے اور اعلان کیا: اے اہل اسلام کی جماعت جو چیز تم چاہ رہے ہو وہ آچکی ہے، رسول اللہ ﷺ اور جنت تمہارے سامنے ہیں، اور شیطان اور جہنم تمہارے پیچھے ہیں، پھر وہ اپنی جگہ پر چلے گئے رضی اللہ عنہ۔“ (البیہاقی: ۹/۷)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ لشکر کے ہر کھڑے پر ٹھہرتے اور کہتے: ”اللہ! اللہ! تم عرب کی اصل اور اسلام کے انصار و اعوان ہو، وہ لوگ روم کی اصل اور شرک کے مددگار ہیں، اے اللہ! یہ تیرے ایام میں سے ایک دن ہے، اے اللہ! اپنے بندوں پر تو اپنی مدد نازل فرما۔“ (البیہاقی: ۹/۷)

سعید بن المسیب کے والد یعنی مسیب بن حزن نے کہا: جنگ یرموک میں آوازیں خاموش ہو گئیں تو ہم نے ایک آواز سنی جو قریب تھا کہ پورے لشکر کو پہنچ جائے: اے اللہ کی مدد! اے مسلمانوں کی جماعت ثابت قدم رہو، پھر ہم نے دیکھا تو یہ ابوسفیان کی آواز تھی جو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے کے نیچے تھے۔ (البیہاقی: ۹/۷)

مسلمان جنگ یرموک میں کامیاب اور غالب رہے، اور ابوسفیان نے اپنی دوسری آنکھ بھی کھودی، پہلی آنکھ تو انہوں نے محاصرہ طائف میں کھوئی تھی، انہوں نے جنگ یرموک کے بعد ناپینا ہو کر اور عبادت کے لئے سب سے کٹ کر زندگی گزاری، انہیں گزشتہ دنوں حالت کفر میں اللہ کی راہ سے روکنے کے گناہ کا خوف تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہ کر لے، جب کہ اللہ تعالیٰ اسلام لانے کے بعد کفر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

لوگ یہ بات بھی بھول گئے کہ ابوسفیان جیسی سرگرمیاں اور مواقف اسلام سے قبل دوسروں کے بھی تھے، بلکہ بعض لوگوں کا رویہ ان سے بھی شدید تھا، پھر وہ اسلام لائے اور بہترین کارنامے انجام دیے، اور وہ مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ قرار پائے، اور لوگوں کی زبان درازی کا شکار نہ ہوئے، مثلاً: خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، جنہوں نے ہر

جائے گئے۔

(۴) خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کی خوبصورت سوانح عمری اور ان کی عمدہ سیرت بھی ان افواہوں کو قبول کرنے میں معاون بنی، کمسنی اور دعوت کی ابتداء سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود و مشرکین کے خلاف تمام معرکوں میں جو انہرودی کے جوہر دکھائے، بدر، احد، خندق، خیبر، اور حنین سب میں شریک رہے، اس لئے قلوب ان کی طرف مائل ہوئے اور دلوں میں ان کی عقیدت نے جگہ بنالی، وہ اس بات کے اہل بھی ہیں کیوں کہ وہ مرومیدان اور جنگوں کے شہسوار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور خلافت راشدہ کی ابتدا سے ان کی آواز خاموش ہونے لگی اور ان کا سورج ڈوبنے لگا، حالانکہ اس سے قبل وہ خوب روشن اور درخشندہ تھا لیکن یہ خاموشی اور پھیکا پن حقیقی نہیں بلکہ ظاہری تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظریں اسلامی فتوحات پر مرکوز تھیں اور ان میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شریک نہ تھے، کیوں کہ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خواہش یہ تھی کہ کبار صحابہ مدینہ میں موجود رہیں تاکہ وہ ان سے مشورہ لے سکیں، اور وہ خلیفہ کی تائید اور معاونت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد وہ کر چکے ہیں وہ ان کے لئے کافی ہے۔

اسلامی فتوحات کے قائدین خوب چمکے جب کہ مدینہ میں سوائے خلیفہ کے کوئی نمایاں نہ ہوا، ویسے حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور ان کی مرکزیت گھٹی نہ تھی کیوں کہ وہ فتنہ ارتداد کے انتہائی مشکل حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دست و بازو تھے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہے، ان کے خصوصی مشیر تھے اور جب عمر مدینہ سے نکلتے تو وہ ان کے قائم مقام بن کر رہتے، فتویٰ کے معاملات انہیں کے سپرد ہوتے۔

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے بھی دست و بازو تھے، وہ پیش آمدہ مسائل و مشکلات میں ان سے مشورہ لیتے، اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو ان کی رائے کو تسلیم کرتے۔

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کو دفع کیا جاتا رہا ہے، اور چونکہ دلوں میں ان کی محبت اور ان کی بہادری سے لگاؤ تھا اس لئے بعض لوگوں نے باور کیا کہ وہ لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، اور اپنی اس رائے کو اس طرح درست قرار دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اور آپ کے داماد تھے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد محترم تھے، گویا کہ خلافت کوئی میراث ہے جس کو اقرباء باہم ایک دوسرے سے وراثت میں حاصل کرتے ہیں۔

امویوں، عباسیوں اور ان کے بعد والوں پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ انہوں نے حکومت کے نظام شوریٰ کو نظام شاہی سے بدل دیا، یعنی شوریٰ کے بجائے شہنشاہی نظام جاری کیا جس میں بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے، مگر ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ وہ کبھی بھی خلافت کے خواہشمند نہ تھے، یہ بات ان خطبوں سے ظاہر ہوتی ہے جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، انہوں نے کہا:

”اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا، اگر ”حاضر“ کی موجودگی نہ ہوتی ”ناصر“ کی آمد سے حجت قائم نہ ہوتی، اور علماء سے اللہ نے عہد نہ لیا ہوتا کہ کسی ظالم کے ظلم و غصب اور کسی مظلوم کی بھوک یعنی پریشانی پر چپ رہ کر اس کی موافقت نہ کریں تو میں اس کی رسی اسی کے کندھے پر ڈال دیتا، اور آخر کے لوگوں کو شروع کے لوگوں کے پیالے سے سیراب کرتا، اور تم دیکھتے کہ یہ دنیا میرے نزدیک بکری کی کھڑ یا اس کی ناک سے بھی زیادہ حقیر اور بے وقعت ہے۔“

اور ان لوگوں نے یہ بات بھی اعتبار میں نہیں رکھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ غنواں شباب میں تھے ان کی عمر تیس سے بہت زیادہ نہ تھی اس کے برخلاف ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عمریں ساڑھے سال یا اس کے قریب تھیں، اور عربوں کے مزاج کے اعتبار سے ریاست و سرداری میں عمر کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

ان لوگوں نے یہ بھی قابل غور نہیں سمجھا کہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دشمنوں سے پہلے اپنے انصار و اعموان کی طرف سے کتنی

یہودیوں کی مدد کرنا، اور نصاریٰ کی عیارانہ چال بھی اس میں شامل تھی۔

یہ تمام باتیں خلیفہ کی حکمرانی کی طرف منسوب کی گئیں اور کہا گیا کہ: یہ عجز اور در ماندگی ہے، اسی طرح خلیفہ کی یہ خواہش کہ مسلمانوں پر سختی نہ کی جائے اور ان پر دباؤ نہ بڑھایا جائے، اس کو کہا گیا: یہ ضعف اور کمزوری ہے جب کہ دوسری طرف فتنہ پردازوں پر ان کے گورنروں اور والیوں کی شدت ہی خلیفہ کے دشمنوں کی تائید کا ذریعہ بن گئی لہذا انہیں نشانہ بنایا گیا، اور انہیں ظالم اور قساوت کا بیکر کہا گیا،

اور چونکہ یہ گورنر اموی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے خلیفہ کو تہم کیا گیا کہ وہ اپنے اہل بیت کو قریب کرتے تھے اور انہیں عہدہ و منصب میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے، خلیفہ نے اپنی اس حرکت کا خمیازہ بھگت لیا اور اس کے نتائج کا شکار بن گئے۔ سبحان اللہ! بردبار کو ضعیف و کمزور اور قوی کو ظالم قرار دیتے ہیں!! ایسی صورت میں مطلوب اور مرغوب کون ہے؟

عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح دیکھا گیا کہ گویا وہ خلیفہ راشد نہیں ہیں، اور یہ بات بھی بھلا دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، اسی طرح جان و مال کے ذریعہ اسلام کا دفاع کرنے میں ان کے کردار کو فراموش کر دیا گیا، حدیبیہ اور غزوہ تبوک میں ان کا جو روشن کارنامہ تھا وہ بھی یاد نہ رہا، ان کے ابتدائی عہد کی اسلامی فتوحات، اور تمام مسلمانوں کو فارغ البالی اور مالی فراوانی کا میسر آنا، ان کا اپنے مال سے مسلمانوں کی ہمدردی اور سخاوت کرنا، اور اپنی ملکیت سے ان کی مدد کرنا، ان سب کو دائرہ نسیان میں داخل کر دیا گیا، اور لوگوں کو صرف یہ یاد رہا کہ ان کی خلافت کے اواخر میں فتنے برپا ہوئے اور لا قانونیت اور انارکی پھیلی۔

(۶) علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان برپا اختلاف بھی بنو امیہ کے عیوب کو پھیلانے اور پرچار کرنے میں معاون ثابت ہوا، حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک نے مسلمانوں کی مصلحت جوئی اور صحیح طریقے پر چلنے کے لئے اجتہاد کیا، مگر چہ کہ ہمارا خیال ہے کہ قانونی اور شرعی خلیفہ علی

کلفت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، جو آپ کی محبت و حمایت اور نصیحت و خیر خواہی کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے تھے، وہی مشکلوں اور پریشانیوں میں سب سے زیادہ آپ کی طاعت و فرمانبرداری سے دور رہتے تھے بلکہ بڑھ چڑھ کر نافرمانی کرتے تھے، اسی لئے انہوں نے اپنے خطبوں میں بار بار یہ بات کہی: ”جس کی اطاعت نہ کی جائے اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی“ حتیٰ کہ ان سے اکتا گئے اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے کو ناپسند کرنے لگے اور ان سے جدائی اختیار کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے لگے، کہتے تھے: ”اے اللہ! میں ان سے اکتا گیا ہوں یہ مجھ سے اکتا ہٹ کا شکار ہو گئے ہیں، میں نے ان کو ناپسند کیا اور انہوں نے مجھ کو ناپسند کیا ہے، مجھے ان سے بہتر ان کا بدل عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر میرا بدل عطا فرما“

جو بات ان کے ساتھ پیش آئی تھی وہی ان کی اولاد کے ساتھ بھی پیش آئی، انہی لوگوں نے ان کی بھی محبت و حمایت اور آل بیت کی نصرت کی خواہش کا دعویٰ کیا تھا، ان شیعوں نے اس پر تو جوہ دی جو دشمنوں کی طرف سے پیش آیا تھا مگر خود ان شیعوں کی طرف سے جو زخم لگا تھا اس کو بھول گئے۔

انہوں نے جن مشکلات کا سامنا کیا انہیں جو مصائب پیش آئے، اپنے دوستوں اور دشمنوں دونوں کی طرف سے جس غداری اور بدعہدی کا شکار ہوئے ان سب نے مسلمانوں کا میلان ان کی طرف پھیر دیا۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ مسلمان ان سے حقیقی محبت رکھتے تھے اور ان کا سچا میلان انہیں کی طرف تھا کیوں کہ وہ اس کے حقدار تھے، وہ بغیر کسی نزاع کے اپنے زمانے کے سردار تھے اور جب ان کو خلافت ملی اس وقت وہ روئے زمین پر سب سے افضل تھے۔

(۵) جن چیزوں نے بنی امیہ کے خلاف افواہوں کے پھیلنے اور ان کے مقبول ہونے میں مدد کی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تیسرے خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اواخر خلافت میں فتنے رونما ہوئے جس کا سبب تھا فتنہ عبداللہ بن سبا، یہودیوں کی سازشی چالیں، مجوسیوں کا

زیادہ افراد نہ تھے اور ان میں بھی اکثریت عورتوں اور بچوں کی تھی، وہ نکلے تھے ایک ایسی جگہ کا قصد کر کے جہاں انارک اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا تا کہ وہ کمزور حکمران کے خلاف انقلاب برپا کر سکیں، اور علم جہاد بلند کر رہے تھے تا کہ منہج اسلامی کو زیادہ محفوظ صورت میں نافذ کر سکیں، اس مٹھی بھر جماعت کو توقع بھی تھی کہ بنو امیہ کے گورنر سے ان کی مذہبی اور فکری ہو سکتا ہے اور وہ ان کے انصار و شیعہ کے ساتھ سختی کا معاملہ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ زیادہ قوت و شوکت کے ساتھ وہاں کے معاملات پر قابو رکھتا تھا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس حادثے میں بنو امیہ کے لشکر بلکہ ان کے گورنر کی کارستانی کیا تھی اور اس نے کتنی گھناؤنی حرکت کی تو ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کا کارنامہ کیا ہے جنہوں نے انہیں مدعو کیا تھا اور پریشانی و شدت کے وقت میں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد اور ان کے چچا زاد مسلم بن عقیل کو مشکل کے وقت میں دشمن کے حوالہ کر دیا بلکہ ان میں سے اکثر لوگ اس لشکر کا حصہ بن گئے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، انہوں نے ان کی شکست و موت دیکھی مگر پھر بھی ان کی مدد نہ کی، کیا یہی لوگ حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی قاتل قرار نہ پائیں گے؟

یہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس حادثہ فاجعہ کے جو سب سے بڑے ذمہ دار ہیں انہوں نے ہی اس کو اس شکل میں مدون کیا ہے، دشمنوں نے جو کیا اس کو بیان کیا اور جو خود انہوں نے کیا اسے بھلا دیا، حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی خیانت اور ان کے بعد ان کے اہل و عیال اور اعموان و انصار کے قتل میں اپنی شرکت کو ریکارڈ نہیں کیا اور اسے تاریخ سے غائب کرنے کی پوری کوشش کی۔

اس المناک حادثہ کے ساتھ وہ بغاوت بھی جوڑ دی جائے جو ۱۲۲ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں زید بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے انقلابی اقدام کی صورت میں کوفہ میں پیش آئی تھی۔

جس طرح انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دشمن کے حوالہ

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کسی والی اور گورنر کو خلیفہ کا معارضہ کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی اسے یہ حق ہے کہ کسی ایسے معاملے کی دعوت دے جو کہ صرف خلیفہ کا حق ہے، لیکن اس وقت فتنہ اور لاقانونیت، اور مدینہ منورہ پر سازشیوں اور ہنگامہ کرنے والوں کے تسلط کے سبب معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاملہ گنڈا ہو گیا اور حقیقت کی تہ تک رسائی حاصل نہ کر سکے کیوں کہ صورت حال اُس وقت اتنی واضح نہ تھی۔

مگر دوسری طرف اعموان و انصار علی رضی اللہ عنہ یا جن کو شیعان علی ہونے کا دعویٰ تھا ان سب نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر خوبی اور عمدہ خصلت کی نفی کر دی اور بھول گئے کہ وہ صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں، اور ان کے ہاتھوں پر اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصہ انجام پایا ہے، وہ علی رضی اللہ عنہ کا احترام اور ان کی تعظیم ان کی زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں کرتے تھے۔ اس کو ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن اور ان کی تحقیر توہین کرتے تھے حالانکہ یہ بات ایسی ہے جس کو کوئی مومن قبول نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔

(۷) آل بیت کو لاحق ہونے والی مصیبتیں اور تکالیف جو مسلسل ان کے ساتھ لگی رہیں، اس نے بھی ان افواہوں کی قبولیت میں معاونت کی، حادثہ کربلا جو آل بیت کو لاحق ہونے والی مصیبتوں میں ایک عظیم مصیبت ہے، اسی میں خاندان نبوت کے عظیم فرد حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر ابناء و اخوان موت کے غار میں داخل ہو گئے، اس وقت روئے زمین پر موجود لوگوں میں سب سے افضل حسین رضی اللہ عنہ ہی تھے، وہ مکہ سے کوفہ کے لئے نکلنے میں مجتہد تھے حالانکہ شرعی ناہیہ سے اس کو درست قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اپنے اس اقدام میں حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ورنہ ان کا کوفہ کے لئے خروج کرنا شرعی اعتبار سے صحیح نہ تھا، اور اسی طرح سیاسی عسکری اور اجتماعی اعتبار سے بھی وہ اقدام مبنی برداشتہ نہ تھا، ان کی جماعت میں سو سے بہت

حدیث خلافت تیس (۳۰) سال، تحقیقی جائزہ

دوسری قسط

کچھ کفایت اللہ سنابلی (سوالیہ بیت الہدٰی)

پہلا قرینہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اور پھر اس کے بعد ملوکیت سے متعلق کئی صحیح روایات وارد ہوئی ہیں لیکن زیر بحث روایت کے علاوہ کسی بھی صحیح روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرحلہ خلافت کی تحدید وارد نہیں ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

☆ حدیث عقبہ بن غزوٰ رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حدثنا شيبان بن فروخ، حدثنا سليمان بن المغيرة، حدثنا حميد بن هلال، عن خالد بن عمير العدوي، قال: خطبنا عتبة بن غزوان، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد، فإن الدنيا قد آذنت بصرم وولت حذاء، ولم يبق منها إلا صباية كصباية الإناء، يتصايبها صاحبها، وإنكم منتقلون منها إلى دار لا زوال لها، فانتقلوا بخير ما بحضرتكم، فإنه قد ذكر لنا أن الحجر يلقي من شفة جهنم، فيبهوى فيها سبعين عاما، لا يدرك لها قعرا، والله لملأن، أفعجتم؟ ولقد ذكر لنا أن ما بين مصراعين من مصاريع الجنة مسيرة أربعين سنة، وليأتين عليها يوم وهو كطيظ من الزحام، ولقد رأيتني سابع سبعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، مالنا طعام إلا ورق الشجر، حتى فرحت أشداقنا، فالتقطت بردة فشقتها بيني وبين سعد بن مالك، فاتزرت بنصفها واتزر سعد بن نصفها، فما أصبح اليوم منا أحد إلا أصبح أميراً على مصر من الأمصار، وإنى أعوذ بالله أن أكون في نفسي عظيماً، وعند الله صغيراً، وإنها لم تكن نبوة قط إلا

تناسخت، حتى يكون آخر عاقبتها ملكاً، فستخبرون وتجرّبون الأمراء بعدنا۔

سیدنا خالد بن عمیر عدوی کہتے ہیں کہ (امیر بصرہ) عقبہ بن غزوٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ بعد حمد و صلوة کے معلوم ہو کہ دنیا نے ختم ہونے کی خبر دی؟ اور دنیا میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر جیسے برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے جس کو اس کا صاحب پیتا ہے۔ اور تم دنیا سے ایسے گھر کو جانے والے ہو جس کو زوال نہیں، پس اپنی زندگی میں نیک عمل کر کے جاؤ، اس لئے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ پتھر جہنم کے اوپر کے کنارے سے ڈالا جائے گا اور ستر برس تک اس میں اترتا جائے گا اور اس کی تہہ کو نہ پہنچے گا۔ اللہ کی قسم! جہنم بھری جائے گی۔ کیا تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہم سے بیان کیا گیا کہ جنت کے دروازے کی ایک طرف سے لے کر دوسری طرف کنارے تک چالیس برس کی راہ ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ دروازہ لوگوں کے جہنم سے بھرا ہوا ہوگا اور میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں سات شخصوں میں سے ساتواں شخص تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارا کھانا درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں (بوجہ پتوں کی حرارت اور سختی کے)۔ میں نے ایک چادر پائی اور اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے، ایک ٹکڑے کا میں نے تہبند بنایا اور دوسرے ٹکڑے کا سعد بن مالک نے۔ اب آج کے روز کوئی ہم میں سے ایسا نہیں ہے کہ کسی شہر کا حاکم نہ ہو اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں، لیکن اللہ کے نزدیک چھوٹا ہوں اور بیشک کسی پیغمبر کی نبوت (دنیا میں)

ہمیشہ نہیں رہی بلکہ نبوت کا اثر (تھوڑی مدت میں) جاتا رہا؟ یہاں تک کہ اس کا آخری انجام یہ ہوا کہ وہ ملوکیت ہو گئی۔ پس عنقریب تم ہمارے بعد آنے والے امراء کو دیکھو گے اور تجربہ کرو گے ان امیروں کا جو ہمارے بعد آئیں گے (کہ ان میں دین کی باتیں جو نبوت کا اثر ہے، نہ رہیں گی اور وہ بالکل دنیا دار ہو جائیں گے)۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۸/۶)

اس حدیث میں بھی نبوت کے بعد خلافت کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد ملوکیت کی پیشین گوئی ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی اس حدیث میں دو نبوت کے بعد دور خلافت کی مدت نہیں بتلائی گئی ہے۔

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۰) نے کہا:

حدثنا أحمد بن النضر العسكري، ثنا سعيد بن حفص النفيلي، ثنا موسى بن أعين، عن ابن شهاب (والصواب أبي شهاب)، عن فطر بن خليفة، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول هذا الأمر نبوة ورحمة، ثم يكون خلافة ورحمة، ثم يكون ملكا ورحمة، ثم يكون إماراة ورحمة، ثم يتكادمون عليه تكادهم الحمر فعليكم بالجهاد، وإن أفضل جهادكم الرباط، وإن أفضل رباطكم عسقلان۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس معاملہ کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر ملوکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر امارت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر لوگ اس معاملہ میں ایک دوسرے پر گدہوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ اور تمہارا بہترین جہاد دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہوگا اور ایسی بہترین تیاری کی جگہ عسقلان ہے۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ۸۸/۱، واستاذہ صحيح وانظر: التصحيح: برقم: ۳۴۷۰)

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۵) نے کہا:

حدثنا زيد بن الحباب، حدثنا العلاء بن المنهال الغنوي، حدثنا مهند القيسي، وكان ثقة، حدثني قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، عن حذيفة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم في نبوة ورحمة، وستكون خلافة ورحمة، ويكون كذا وكذا، ويكون ملكا عضوضا، يشربون الخمر، ويلبسون الحرير، ومع ذلك ينصرون إلى قيام الساعة۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نبوت اور رحمت کے دور میں ہو، اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور ہوگا، اس کے بعد ایسا دور اور ایسا دور ہوگا۔ اس کے بعد کائنات کی ملوکیت کا دور ہوگا، اس وقت لوگ شراب پئیں گے، ریشم پہنیں گے، اس کے باوجود بھی قیامت تک مدد کئے جاتے رہیں گے۔ (مسند ابن ابی شیبہ بحوالہ المطالب العالیہ یزوائد المسانید الثمانيہ: ۳۷۲/۳، واستاذہ صحيح وصححه البوصيري في إتحاف الخيرة المهرة: ۹۳/۸، وأخرجه من طريق ابن أبي شبيه الطبراني في المعجم الأوسط: ۳۳۵/۶، وأخرجه ابن الأعرابي في المعجم: ۸۰۳/۲، والمستفرد في دلائل النبوة: ۳۷۰/۱، من طريق زيد بن)

حدیث عبد الرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ:

أبو سعيد إبراهيم بن طهمان الهروي (التوفی: ۱۶۸) نے کہا: عن عباد بن إسحاق، عن عبد الملك بن عبد الله بن أسيد، عن أبي لیلی الحارثی، عن سهل بن أبي حشمة، عن عبد الرحمن بن سهل، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما كانت نبوة قط إلا تبعها خلافة، ولا كانت خلافة قط إلا تبعها ملك، ولا كانت صدقة إلا صارت مكسا۔

عبد الرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی نبوت آئی، اس کے

ورحمۃ، ثم یکون ملکاً ورحمۃ۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر کہتے ہوئے سنا: یہ معاملہ نبوت اور رحمت سے شروع ہوا ہے اس کے بعد سلطنت (خلافت) اور رحمت کا دور ہوگا پھر اس کے بعد ملکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ (تاریخ أصیہات = أخبار أصیہات: ۲۵۱/۱)

اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے بھی صحیح شواہد موجود ہیں کما مضی۔

☆ حدیث ماجد الصدق رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۰) نے کہا:

حدثنا أبو عامر النحوی، ثنا سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی، ثنا حسین بن علی الکندی، مولی جری، عن الأوزاعی، عن قیس بن جابر الصدقی، عن أبیه، عن جدہ: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: سیکون من بعدی خلفاء، ومن بعد الخلفاء أمراء، ومن بعد الأمراء ملوک، ومن بعد الملوک جبابرة، ثم یمخرج رجل من أهل بیتی یملا الأرض عدلاً کما ملئت جوراً، ثم یؤمر القحطانی، فوالذی بعثنی بالحق ما هو دونہ۔

ماجد الصدق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد خلفاء ہوں گے، اور خلفاء کے بعد امراء ہوں گے، اور امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے، اور بادشاہوں کے بعد جابر حکمران ہوں گے، پھر میرے اہل بیت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر دی گئی تھی، پھر قحطانی کو حکم ہوگا وہ نکلے گا اور قسم اس ذات کی جس نے مجھے مبعوث کیا وہ پہلے سے کم تر نہ ہوگا۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ۳۷۴/۲۲، واستنادہ ضعیف)

یہ روایت بھی ضعیف ہے لیکن عہد نبوت کے بعد دور خلافت کے تذکرہ کے صحیح شواہد موجود ہیں کما مضی۔

بعد خلافت کا دور آیا، اور جب بھی خلافت آئی اس کے بعد ملکیت کا دور آیا اور جب بھی صدقہ آیا بعد میں وہ محصول بن گیا۔ (مشيخة ابن طهمان: ص: ۹۳۔ واستنادہ ضعیف ومن طریق ابن طهمان أخرجه ابن قانع فی معجم الصحابة: ۱/۲، وابن عساکر فی تاریخ دمشق: ۳۴۱/۳۴)

یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن خلافت و ملکیت والے جملے کے صحیح شواہد موجود ہیں جو ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

☆ حدیث معاذ وابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما:

امام ابن ابی عاصم (التوفی: ۲۸۷) نے کہا:

ثنا الفضیل بن حسین ثنا عبد الواحد بن زیاد ثنائیث بن أبی سلیم عن عبد الرحمن بن سابط عن أبی ثعلبة عن معاذ بن جبل وأبی عبيدة قالا: سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "إن هذا الأمر بدأ رحمة ونبوة ثم خلافة ورحمۃ۔"

معاذ بن جبل اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ معاملہ نبوت اور رحمت سے شروع ہوا ہے پھر اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ (السنة لابن أبی عاصم: ۵۳۴/۲۲، واستنادہ ضعیف)

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ لیکن اس کے صحیح شواہد ہیں کما مضی علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۱۳۰)

☆ حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

امام ابونعیم رحمہ اللہ (التوفی: ۴۳۰) نے کہا:

حدثنا محمد بن علی بن حبیش، ثنا أبو بکر بن أبی داود السجستانی، ثنا أسید بن عاصم، ثنا إسماعیل بن عمرو، ثنا سفيان الثوري، عن عمرو بن عبد الله، عن سعيد بن المسيب، قال: خطب عمر الناس فقال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مثل مقامی هذا: هذا الأمر بدأ نبوة ورحمۃ، وسيعود سلطاناً

سمرة، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يزال الإسلام عزيزاً إلى اثني عشر خليفة، ثم قال كلمة لم أفهمها، فقلت لأبي: ما قال؟ فقال: كلهم من قريش۔

جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام بارہ خلفاء تک غالب و بلند رہے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی جو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا: تو انہوں نے کہا: سب کے سب (بارہ خلفاء) قریش سے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۳/۳، رقم: ۱۸۲۱، واللفظ لہ، صحیح البخاری: ۸۱/۹، رقم: ۷۲۲۲)

جواہل علم تیس سال خلافت والی حدیث سفینہ کو صحیح مانتے ہیں وہ یوں تطبیق دیتے ہیں کہ تیس سال والی خلافت سے خلافت علی منہاج النبوة مراد ہے اور بارہ خلفاء والی حدیث میں مطلق خلافت کا ذکر ہے۔ لیکن چونکہ تیس سال خلافت والی حدیث کئی بنا پر ضعیف ہے اس لئے یہاں تطبیق دینا درست نہیں۔

تیسرا قرینہ:

زیر بحث حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صرف چار یا پانچ خلیفہ بتلایا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کثیر تعداد میں خلفاء کا تذکرہ کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶) نے کہا:

حدثني محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبه، عن فرات القزاز، قال: سمعت أبا حازم، قال: قاعدت أبا هريرة خمس سنين، فسمعتة يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لاني بعدى، وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوا بيعة الأول فالأول، أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم۔

حدیث کعب الاحبار رحمہ اللہ مرسل:

امام نعیم بن حماد المروزی (المتوفی: ۲۲۸) نے کہا:

حدثنا ضمرة، عن ابن شاذب، عن يحيى بن أبي عمرو السيباني، قال: سمعت كعباً يقول: أول هذه الأمة نبوة ورحمة، ثم خلافة ورحمة، ثم سلطان ورحمة، ثم ملك جبرية، فإذا كان ذلك فبطن الأرض يومئذ خير من ظهرها۔

کعب الاحبار رحمہ اللہ مرسل روایت کرتے ہیں کہ اس امت میں نبوت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر بادشاہت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر بادشاہت اور رحمت کا دور ہوگا۔ اور جب یہ دور آجائے تو اس وقت زمیں کے اندر کی جگہ اس کے باہر کی جگہ سے بہتر ہوگی۔ (الفتن للنعيم بن حماد: ۹۹/۱، ومن طريقه أخرجه ابو نعیم فی التحلیۃ: ۲۵/۶، رجالہ ثقات وهو مرسل لكنه صحيح بالشواهد)

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ مرسل ہے۔ لیکن شواہد کی روشنی میں یہ صحیح ہے۔

غور کریں اتنی ساری احادیث میں دو نبوت کے بعد دو خلافت کا تذکرہ ہے لیکن کسی میں بھی دو خلافت کی تحدید وارد نہیں ہے۔ یہ بات صرف سعید بن جحمان ہی نقل کرتا ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اس لئے اس کا بیان ناقابل اعتبار ہے۔

دوسرا قرینہ:

زیر بحث حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صرف چار یا پانچ خلیفہ بتلایا ہے۔ جبکہ صحیحین کی روایت کے مطابق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صراحتاً بارہ خلفاء کا تذکرہ کیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حدثنا هدا بن خالد الأزدي، حدثنا حماد بن سلمة، عن سماك بن حرب، قال: سمعت جابر بن

خلافت کا دور ہے۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (التوفی: ۸۰۸) فرماتے ہیں:

وقد كان ينبغي أن تلحق دولة معاوية وأخباره بدول الخلفاء وأخبارهم فهو تابعهم في الفضل والعدالة والصحة، ولا ينظر في ذلك إلى حديث الخلافة بعدى ثلاثون سنة فإنه لم يصح، والحق أن معاوية في عداد الخلفاء۔

مناسب بات یہ تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دور کو سابقہ خلفاء اور ان کے دور کے ساتھ ملایا جائے کیونکہ فضل، عدالت اور صحبت میں یہ اپنے سابقہ خلفاء سے ملحق ہیں۔ اور اس سلسلے میں وہ حدیث نہیں دیکھی جائے گی جس میں آیا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، کیونکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی خلفاء میں سے ہوگا۔ (تاریخ ابن خلدون: ۶۵۰/۲)

متابعات و شواہد:

بعض روایات میں زیر بحث حدیث کے لئے متابعات و شواہد بھی ملتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک روایت بھی معتبر نہیں ہے۔ متابعات تو موضوع اور من گھڑت ہیں شاید اسی لئے اس حدیث پر بحث کرنے والوں میں سے کسی نے اس حدیث کے ساتھ ان متابعات کا تذکرہ تک نہیں کیا ہے۔

اور شواہد سخت ضعیف و منکر و مردود ہیں اس لئے وہ بھی ناقابل اعتبار ہیں تفصیل ملاحظہ ہو:

متابعات کا جائزہ:

بعض روایات میں سعید بن جہان کی متابعت منقول ہے۔ لیکن یہ روایات حد درجہ ضعیف بلکہ بعض باطل و موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اور بہت ممکن ہے یہی باتیں گھوم پھر کر سعید بن جہان تک پہنچی ہوں اور سعید بن جہان نے بعد میں حافظہ کی کوتاہی سے اسے براہ راست سفینہ کے طریق سے بیان کر دیا ہو۔

ابو حازم نے بیان کیا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پانچ سال تک بیٹھا ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آ موجود ہوتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے خلیفہ ہوں گے اور بکثرت خلیفہ ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو، پس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۶۹/۳، رقم: ۳۳۵۵)

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد بہت سارے خلفاء کا تذکرہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف چار یا پانچ خلفاء کی تعداد پر کثرت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

چوتھا قرینہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی ایک بات بھی ایسی نوٹ نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ ان کے دور میں ملکیت شروع ہو گئی ہے۔

بلکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو فتنہ شروع ہوا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے تک اس فتنہ کی آگ نہ بجھی۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد پوری امت ان کی خلافت پر متفق ہو گئی اور اس کے بعد ان کی وفات تک عالم اسلام میں کسی فتنہ نے سر نہیں اٹھایا۔

ایسے بابرکت دور کے خلاف صرف تنہا سعید بن جہان متکلم فیہ کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی جس میں اس پورے دور کو خلافت سے کاٹ کر ملکیت سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

اس لئے انصاف کی بات یہی ہے کہ سعید بن جہان متکلم فیہ کی یہ منفرد روایت مردود ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور بھی

سعید بن عمرو سے منقول متابعت:

حدثنا يحيى بن محمد بن يحيى بن أخى حرمله، حدثنا عمى حرمله، حدثنا ابن وهب أخبرنى بن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب عن سعيد بن عمرو عن سفينة قال بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد ووضع حجرا ثم قال ليضع أبو بكر حجرا إلى جنب حجرى ثم قال ليضع عمر حجرا إلى جنب حجر أبى بكر ثم قال ليضع عثمان حجرا إلى جنب حجر عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء بعدى وياسناده؛ قال: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول الخلافة ثلاثون عاما ثم يكون الملك. سعيد بن عمرو سفينة سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنائی اور ایک پتھر رکھا پھر کہا: میرے پتھر کے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی پتھر رکھیں، پھر کہا: عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پاس پتھر رکھیں، پھر کہا: عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پاس پتھر رکھیں پھر کہا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خلافت تیس سال ہوگی، اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ (الکامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى: ۱۲۹/۹)

ملاحظہ فرمائیں اس سند میں سعید بن عمرو کے واسطے سفینہ سے دو باتیں منقول ہے۔

ایک یہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ یہ وہی بات ہے جسے سعید بن جحمان نے بھی سفینہ سے روایت کیا ہوا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر نقد کیا ہے اور اس کے باطل و من گھڑت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت میں دوسری بات تیس سال خلافت اور اس کے بعد ملوکیت کی پیشین گوئی ہے۔ اسی بات کو زیر بحث روایت میں سعید بن جحمان نے سفینہ سے روایت کیا ہے۔

یہ روایت اپنی دونوں باتوں کے ساتھ باطل و من گھڑت ہے کیونکہ اس کی سند میں (یحییٰ بن محمد القیمی) کذاب اور ضاع موجود ہے۔ یہ شخص سندیں بنا بنا کر احادیث گھڑتا تھا چنانچہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵) نے کہا: کان يضع الحديث على حرمله۔

یہ حرملہ کے طریق سے احادیث گھڑتا تھا۔ (غرائب مائک للدارقطنی بحوالہ لسات الميزات لابن حجر، ت أبي غدة: ۴۴/۸) اور اوپر کی روایت حرملہ ہی کے طریق سے ہے۔

یہ وہی شخص ہے جس نے مذکورہ سند کے ابتدائی طریق سے یہ حدیث گھڑی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے وقت کوفہ سے گزرے اور وہاں کی مسجد میں نماز ادا کی۔ (لسات الميزات لابن حجر، ت أبي غدة: ۴۴/۸) ابوریحانہ سے منقول متابعت:

اخبرنا أبو غالب بن البناء أنا أبو الحسين بن الأبنوسى أنا عبيد الله بن عثمان الدقاق أنا إسماعيل بن علي الخطيبى نا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثنى أبو علي سويد الطحان نا علي بن عاصم أنا أبو ربحانة عن سفينة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الخلافة من بعدى ثلاثون سنة قال رجل كان حاضرا فى المجلس قد دخلت من هذه الثلاثين ستة شهور فى خلافة معاوية فقال من هاهنا أتيت تلك الشهور كانت البيعة للحسن بن علي بايعه أربعون ألفا أو اثنا واربعون ألفا۔

ابوریحانہ سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا: ان تیس سال میں سے چھ ماہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا: ان چھ مہینوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تھی، ان سے چالیس ہزار یا بیالیس ہزار لوگوں نے بیعت کی

تھی۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۹۱/۱۳)

اس کی سند میں علی بن عاصم بن صہیب ہے۔

یہ سخت ضعیف راوی ہیں۔

بلکہ کئی محدثین نے ان پر کذاب ہونے کی جرح کی ہے۔

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۰۶) نے کہا: ما زلنا نعرفہ بالکذب۔ ہم اسے جھوٹ کے ساتھ ہی جانتے

خالد بن مہران الحذاء رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۴۱) نے کہا:

کذاب فاحذروه۔

یہ بہت بڑا جھوٹا شخص ہے اس سے بچ کر رہو۔ (الضعفاء للعقبی، تلامازن: ۴۶۶/۲، و اسنادہ صحیح)

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶) نے کہا:

وقال وهب بن بقیة: سمعت یزید بن زریع، قال:

حدثنا علي، عن خالد بن فضة عشر حديثاً، فسألنا خالدًا

برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی کی شرکت کا ایک مختلف تجزیہ

شعبان بیہ آر صفادی

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عہد خلافت میں یہ پسند نہیں فرماتے کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ سے جدا ہوں اور خود خلفاء راشدین اجلہ صحابہ کرام کو مدینہ میں اپنے قریب ہی رکھنا پسند فرماتے تھے۔ اسلامی فتوحات پر ایک سرسری نظر ڈالنے تو نظر آتا ہے کہ بہت سے مفضل صحابہ کرام اپنی صلاحیتوں کے سبب آگے آگے ہیں، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر اصحاب کی جاں نثاریاں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ حالانکہ ان حضرات کا شمار مفضولین میں ہوتا ہے بلکہ ان کی مفضولیت دشنام درازوں کے یہاں موجب رد و قدح بنی گئی۔

مذکورہ شواہد کی طرف اشاروں کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ میاں صاحب اگر مسلح جدوجہد کرتے نظر نہ آئیں یا کسی کو سرے سے جدوجہد ہی میں دکھائی نہ دیں تو یہ پشیمانی کی بات ہرگز نہیں ہے۔ میاں صاحب اہل حدیث کا سرمایہ تھے تذکرہ نویسوں کے مطابق آپ جیسا طباع، ذہین اور پارسا اُس زمانے میں ڈھونڈے نہیں ملتا۔ حدیث، منطق، ریاضی، فلسفہ، اصول، قواعد غرض مختلف فنون میں ان کی مہارت عجیب تھی خود فقہ حنفی کے وہ ایسے ماہر اور نکتہ شناس تھے کہ جو جو حوالے فی الہد یہ آپ بیان کر دیا کرتے تھے فقہ حنفی کے بڑے بڑے وکیلوں کے بھی بس کی بات نہ تھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ”ہری سازشوں“ اور ”کلی داریوں“ کے طفیل میاں صاحب کو سفر حجاز میں کیا کچھ برداشت کرنا پڑا تھا۔ بہر حال پاشائے مکہ کے دربار میں آپ نے ”و جاد لہم بالتی ہی احسن“ پر عمل کرتے ہوئے اس کے سوالوں کے بڑے عمدہ ایمانی جوابات دیئے اور جب مذہب حنفی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے کہا

میاں سید نذیر حسین دہلوی سلسلہ ولی الہی کے ایک عظیم سپوت تھے حضرت مولانا اسحاق کی جانشینی ملنے کے بعد آپ نے حدیث و سنت کے احیاء کا فریضہ انجام دیا اور پوری زندگی اسی غرض کے لئے وقف کر دی جس زمانے میں آپ یہ کام کر رہے تھے آزادی کی سیاست بھی عروج پر تھی چونکہ فی زمانہ یہ سیاست اضافی عظمت کی حامل ہو گئی ہے اس لئے آپ کے معاندین پوری قوت سے اس کی نفی کرتے ہیں اور معتقدین پوری قوت سے آپ کی شرکت کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ مضمون معتقدین کے برعکس ایک مختلف طرح کے تجزیے پر مبنی ہے۔

بات یوں شروع ہوتی ہے کہ کیا ضروری ہے کہ ہر اہل حدیث عالم انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہوا نظر آئے اور ہمارے لئے اس کی حصہ داری طے کرنا آسان ہو۔ یہ جو تصور وجود پا گیا ہے اور موجودہ حالات کے تناظر میں اس کا جو تقدس اور جس قسم کی عظمت مزید بڑھ گئی اپنی اصل میں تو قطعی درست ہے لیکن اس جدوجہد کے لئے عبادتہ قسم کی جو فضا نظر آتی ہے وہ عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے۔ اگر جہاد بالسیف کی ضرورت تھی تو اسی کے ساتھ بدعات و خرافات، جمود اور جہالت کے خلاف نظریاتی جنگ کی جتنی شدید ضرورت تھی اسے آخر ہم نظر انداز کیسے کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی سیرتیں ہمارے سامنے ہیں بطور مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نظر ڈالنے تو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابھرتی ہوئی جدید امت کے سرمایہ دار اور فائنانس کی حیثیت سے کسی خطرناک مہم پر نہیں بھیجا۔ البتہ بیعت رضوان کے موقع سے سفارت کا معاملہ اپنی نوعیت جدا گانہ رکھتا ہے۔

ایجابی ثبوت موجود نہیں ہے جبکہ ہماری تحریروں میں جو تاثر ابھرتا ہے وہ ایک بے مثال مجاہد و مقاتل کا ہے۔

کیا ہمیں یہ کہنے کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ میاں صاحب نے دیوانگی کے بجائے عقل و خرد کی راہ اپنائی اور اصولی طریق کار کو ترجیح دے دیا۔ جس طرح آپ نے جمود کے تاریک دور میں نئی روشنی کا سامان پیدا کیا لوگ مجبور ہوئے کہ کتب فقہ کی عبارتیں لکھنے کے بجائے بحیثیت دلیل کتاب و سنت اور آثار صحابہ کے نصوص رقم فرمائیں اسی طرح سیاست میں بھی آپ کا طریق اور زاویہ نگاہ جداگانہ رہا۔

آپ کے تذکروں کے مطالعے سے یہ کامل یقین حاصل ہوتا ہے کہ کارزار سیاست میں آپ کی حصہ داری انتہائی خفیہ اور رازداندہ ہونے کے ساتھ حکیمانہ بھی تھی جس کی داد ملنی چاہئے اور سلفیان ہند کو سمجھنا چاہئے کہ یہ طرز جنوں پیروی کے قابل ہے۔ انگریزوں سے نفرت ہماری طرح حضرت میاں صاحب نے بھی کی مگر آپ نے نفرت اور تعصب کے بیچ پائی جانے والی سایہ نما دیوار کو ہمیشہ نگاہ میں رکھا، شرعی اصولوں یا دینی ضابطوں کی کبھی خلاف ورزی نہ کی، اور ”ولا یجور منکم شأن قوم علی ان لا تعدلوا“ پر خوب خوب عمل کیا۔ آپ کے سلسلے میں یہ بات معروف ہے کہ آپ نے باغیوں کے زرخے میں گرفتار ہو چکی ایک میم کی جان بچائی تھی۔ البتہ معاندین نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق۔ اور سچ پوچھئے تو یہ تنکا بھی نہیں ہے۔ حضرت میاں صاحب اور اہل الحدیث کو اس واقعے کے سہارے انگریزوں کا وفادار متعارف کرانے کی ناکام کوشش کی۔

آپ کی ہوشمند اصولی سیاست ہی کا نتیجہ تھا کہ متعدد دفعہ دشمنان سنت کی چالیں ناکام ہو گئیں۔ موجودہ زمانے کی طرح اس دور میں بھی ”ہری سازشیں“ اور ”کلی دار عیاریاں“ عروج پر تھیں، اہل بدعت اہل سنت کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے حکومت وقت کے حضور یہ شکایت کرتے تھے کہ صاحب ہم آپ کے قدم بوس اور وفادار ہیں مگر یہ سرتاج و ہایہ بغاوت کا سرغنہ ہے اس کی تکمیل کسی از حد ضروری ہے۔

آپ کی وہ سیاست بھی بڑی ہوشمندانہ اور قابلِ داد تھی جب آپ نے بریلوی دیوبندی مؤامرت کو بھانپ لیا تھا۔ مؤامرت

تھا آپ خفی مذہب کی مستند کتاب ”مکالمیں“ (بعض تذکرہ نویسوں کے بقول ”ہدایہ“) اور حرثین کے علماء احناف کو بلا لیں اس کے بعد اس کتاب کا کوئی مقام آپ تجویز کریں میں بھی اسے حل کروں گا پھر آپ اسی مقام کا جواب اپنے علماء سے بھی حل کروائیں تو اندازہ ہوگا کہ خفی مذہب کو ہم کیا سمجھتے ہیں۔

قارئین اب ہمارا مدعا آپ سمجھیں کہ اس پائے کے آدمی کو بھلا علمی جہاد کی راہ ترک کر دینا یا کسی قدر نظر انداز کرنا کیونکر مناسب ہو سکتا تھا۔ تصور کیجئے کہ حضرت میاں صاحب تحریک جہاد سے آگے قتال میں مصروف ہو جاتے تو شاہ ولی اللہ کے زرخیز دماغ سے ہوتی ہوئی جمود مخالف جو تحریک تدریجاً پھیلی ہوئی شاہ محمد اسحاق تک آئی تھی کیا حضرت میاں صاحب کے بغیر وہ برگ و بار لاسکتی تھی کہ پورا چین آسودہ و میراب ہو جاتا۔

نور فرمائیے شاہ صاحب نے حضرت میاں جیسے نوجوان کو یہ مسند عطا کیوں کیا تھا جبکہ اس مسند کے بہت سارے امیدوار موجود تھے اور حامیان جمود کو ایسا قطعی پسند نہ تھا۔ آیا یہ عطا اس لئے تھا کہ آپ انگریزوں کے خلاف قتال کریں یا اس لئے کہ انگریزوں سے وفاداری کی، نفاق اور تعصب کی جو گندی اور غلیظ فضا تھی اسے ختم کرنے کی محنت کریں؟ اور ظاہر ہے کہ نفاق و تعصب، جمود اور غیروں کی سجدہ ریزی کی فضا محض اس لئے غالب تھی کہ کتاب و سنت کی بالادستی قائم نہ تھی۔

حضرت میاں صاحب کی سیرت و سوانح کے ایک دور یعنی ۱۲۳۵ھ تا ۱۳۱۳ھ جب ۱۲۳۳ھ کے زمانے میں پانچ سال کا خلا پایا جاتا ہے۔ اس زمانے میں میاں صاحب کہاں تھے کیا کر رہے تھے اس کا پتہ نہیں چل پاتا جماعت کے نامور عالم محترم ڈاکٹر بہاء الدین نے اس خلا کو ”بہید از قیاس نہیں“ ”ہو سکتا ہے“ ”گلتا ہے“ سے پر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ حضرت میاں صاحب اس عرصے میں مصروف جہاد رہے ہوں گے اس امر کو انہوں نے آپ کے بعد کے زمانے سے تقویت پہنچائی ہے جس میں آپ پر پولس کی نگرانی رہا کرتی تھی اور آپ بلا ثبوت گرفتار بھی ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس تجربے کا انکار تو دور اس سے مؤدبانہ اختلاف بھی دشوار ترین ہے اس کے باوجود یہ کہنا بے جا ہے نہ وجہ پشیمانی کہ اس خلا میں میاں صاحب کی مسلح شرکت پر کوئی

خلاف اور سخت خلاف بھی رہتے تو بھی اس میں عیب کی بات بھلا کیا تھی؟ عیب کی بات اگر کچھ ہو سکتی ہے تو وہ اپنے قوم کی جاوے جا مغربی اور شکایت ہے۔ انگریزوں سے جہاد نہ کرنا اور انگریزوں کا وفادار رہنا قوم کے ساتھ غداری کرنا سب مختلف اور الگ باتیں ہیں۔ کوئی کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو انصاف کی بات یہ ہے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد نہ کرنے کو وفاداری سے تعبیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ بشرطیکہ ترک جہاد دلائل کی روشنی میں مخلصانہ طریقے سے ہو۔ قلم کار عموماً اس پہلو پر دھیان نہیں دیتے اور مخالفین کا تعاقب کرتے وقت مطلق جہاد کا فتویٰ نہ دینے، بالفعل شریک نہ ہونے کو وفاداری کے سیاق میں ذکر کر جاتے ہیں اور برطانوی عہد میں سرکاری ملازمت کو تو قوم سے غداری کی صاف دلیل قرار دیتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تعاقب کا یہ طریقہ پورے طور سے درست نہیں ہے اس لئے یہ ضروری قرار پاتا ہے کہ برطانوی حکومت کے مخالف یا موافق علماء اور دانشوروں کی درجہ بندی کی جائے اور جب تک ممبر بن دلائل سے قطعی طور پر کوئی بات ثابت نہ ہو جائے کسی کو متہم نہ کیا جائے۔

ہوتا یہ ہے کہ جب آدمی لکھنے بیٹھتا ہے تو اس کی مکمل کوشش یہ رہتی ہے کہ انگریزوں سے ہر چھوٹے بڑے تعلق کی کسی نہ کسی طرح نفی کر لے جائے اور جب تک شدید نفرت، شدید معرکہ آرائی، پر زور عملی حصہ داری کی کوئی نوعیت ثابت نہ ہو جائے قلم روکنا گناہ سے کم نہیں سمجھتا۔ جبکہ صورت واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی موجودہ مستحکم حکومت سے خواہ وہ کیسی ہی جابر و ظالم ہو انسان کا قطعی لا تعلق رہنا دشوار ترین بات ہے۔ آج کی فرقہ پرست حکومت ہمارے بھائیوں کی جدوجہد ریز سازشوں کی طفیل سلفیان ہند پر جو کچھ عنایتیں کر رہی ہے وہ بہت ظاہر ہے اس کے باوجود ہم حکومت سے لا تعلق نہیں رہ سکتے بالواسطہ اس کے طے کردہ امور سے مستفید ہوتے ہیں اور ہوں بھی کیوں نہ کہ یہ استفادہ ہمارا حق ہے۔ پس جان لینے کی بات یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے محض تعلق رکھنا یا مخالفت میں کسی دلیل کی بنا پر فتویٰ نہ دینا انگریزوں سے وفاداری کی دلیل نہیں ہے۔

یہ المیہ ہے کہ وفاداری اور غداری کے معانی تقدس مآبی کو بڑھانے اور مقابل کا درجہ کم سے کم کرنے کے نحس تصورات

یہ تھی کہ ان حضرات نے پاشائے مکہ کے یہاں ”گلابی چورقہ“ والی گندہ قلمی کا مظاہرہ کیا اور جس دوام یا قتل کا منصوبہ تیار کر لیا تھا حتیٰ کہ دوران سفر، اثناء قیام مکہ اور آپ کی واپسی تک انہوں نے کرائے کے قاتل پیچھے لگا رکھے تھے۔ سیاست آپ نے یہ کی تھی کہ اپنی حفاظت کا سرکاری انتظام کر لیا تھا۔ معاملہ اصل میں یہ تھا کہ قبر پرستوں کی شکایت پر اکتیس آدمی گرفتار کر لئے گئے ان گرفتاران بلا میں جن لوگوں نے اپنے عقائد کا اعتراف کر لیا انہیں ۳۷، ۳ کوڑے لگوائے گئے اور خارج البلد کر دیا گیا پھر تعزیری کی یہ کارروائی جہد میں واقع برٹش قونصل کی مداخلت سے ہوئی ورنہ تو ان کا قتل کر دیا جانا یقینی تھا۔ حضرت میاں صاحب نے اس واقعے کو بطور خاص نگاہ میں رکھا چنانچہ جب سفر حجاز کی سعادت کا وقت قریب ہوا تو آپ کو ایک میم کی مدد کے طفیل وثیقہ حاصل ہو گیا، غرض اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور اسباب دنیا کی حیثیت سے آپ کی ذہانت، جواب دینے کی سلیقہ مندی، علمی برتری اور سفارت خانے کا تعاون بہت کام آیا، سفارت خانے کا تعاون آپ کا واجبی حق تھا آپ ایک ملک سے دوسرے ملک گئے تھے۔ آج کون یہ بات کہہ سکتا ہے کہ کسی دوسرے ملک کا سفر آدمی اپنے ملک کی اجازت اور مدد کے بغیر کر سکتا ہے سو حسب ضرورت آپ نے اپنے ملک میں مسلط حکومت کا وثیقہ حاصل کر لیا تو اس میں مداخلت نہ رخ کیوں اختیار کیا جائے اور بلا ضرورت کی معذرت خواہی کی فضا کیوں بنائی جائے۔

جی تو چاہتا تھا کہ یہ عرض کر دینے کی جسارت کی جائے کہ سلفیان ہند کو زندگی کے تمام شعبوں میں نمائندہ شرکت رکھنی چاہئے کیونکہ بعض کو بعض سے قوت ملتی ہے۔ آج ہماری تمام تر قوتیں چند رسائل چند مدارس اور اس سے زیادہ جلسوں اور سیمیناروں کی گرفتار نظر آتی ہیں۔ ہماری منصوبہ بندی میں سرے سے یہ بات ہی داخل نہیں ہے کہ ہر ضروری اسٹیج پر اپنی ثقافت کا سودا کئے بغیر رجاں کا موجود رہنے چاہئیں تاکہ اپنوں اور غیروں کی سازشوں سے بے خبری ہرگز نہ رہے نری دیوانگی میرے ناقص خیال میں حدود درجہ نقصان دہ ہے میاں صاحب کی مذکورہ سیاست سے ہمیں یہی عبرت ملتی ہے۔

بالفرض حضرت میاں صاحب انگریزوں سے جہاد و قتال کے

وسیع قطعہ اراضی دارالعلوم کے لئے ملا، معقول گرانٹ حاصل ہوئی، عظیم الشان کتب خانہ جمع ہوا اور ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو سر جان ہیوٹ لیفٹیننٹ گورنر مالک متحدہ نے دارالعلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ (موج کوثر: ۱۸۸-۱۸۹)

ایک حقیقت مندرجہ نہیں مخالف کو بھی یہ حق ہے کہ یہاں رائج مصلحت کا نقطہ نظر پیش کرے تو پھر حضرت میاں صاحب جیسے نابغہ کے لئے یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاسکتی بطور خاص جب یہ معلوم ہے کہ میاں صاحب تحریک میں شامل رہے اور وفاداری جتنی کوئی بات آپ کے یہاں نہیں تھی۔ لیکن راقم یکسر ایسی بحث کا ہی مخالف ہے اور اہل ندوہ کے اس عمل کو اور کسی کے بھی عمل کو انگریز وفاداری کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا۔

مولانا مودودی جو بیسویں صدی کے بلند پایہ مفکر تھے دینی اور مذہبی حیثیت سے جو ٹھوکریں انہوں نے کھائی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ ان کے بہت سارے معتقدات، نظریات اور تجزیات سے ہمیں شدید اختلاف ہے ایسا اختلاف کہ ان کی کچھ غلطیوں بلکہ گمراہیوں کو ہم فتنوں کا دروازہ سمجھتے ہیں تاہم مولانا کے جو افکار و نظریات ہیں بطور خاص قومی اور ملی مسائل میں ان کے جو تجزیات ہیں ان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مولانا نے "تحریک آزادی ہند اور مسلمان" کے اندر برادران وطن کے ساتھ جنگ آزادی کے اشتراک کی بابت جو سوالات اٹھائے ہیں وہ ایک مبصر کے یہاں مردود دیکھتے ہوں مذموم بہر حال نہیں ہو سکتے۔ انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کی جنگ میں دلائل کی بنیاد پر محض کسی کا شرکت نہ کرنا کم از کم انگریز سے وفاداری کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان: حصہ اول: ص: ۳۸۰-۳۸۱)

جب بات چھڑی گئی ہے تو یہ بات بھی پیش نظر رکھ لی جائے کہ انگریزی حکومت اگر برادران وطن اور ان سے زیادہ مسلمانوں بالخصوص سلفیان ہند کے حق میں بری اور ظالم تھی تو اس برائی اور ظلم کی صورت کیا تھی اور کیوں تھی؟ یہ ایک الم ناک سوال ہے۔ انکار اس بات کا بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ملک کی موجودہ ترقی انگریزوں سے ملی تحریک کی مرہون منت ہے ورنہ ہمارے مسلم سلاطین جس عیش کوشی میں مبتلا تھے اس کے سبب ملک کی صورت

میں قید ہو چکے ہیں مسلکی عناد میں انسان جو بھی چیز پاتا ہے تحریر کا حصہ بنا ڈالتا ہے۔ ورنہ انسان واقعات کی تہ میں اترے تو خالص قومی غداری کے واقعات میں بھی قومی ہمدردی نظر آئے گی۔ مولانا مسعود عالم ندوی کچھ مخلص وہابی کارکنوں کی بابت لکھتے ہیں: "۔۔۔ ان جیسے بیسیوں دوسرے آزمودہ کارکنوں کی "گواہیاں" پڑھ کر عبرت ہوتی ہے اور ان بے چاروں پر ترس آتا ہے اللہ جانے کن کن دھمکیوں اور سختیوں کے بعد یہ غریب اس "گناہ" پر تیار ہوئے ہوں گے۔۔۔ جانے ان حالات میں ہم ہوتے تو کیا کرتے"۔ (ہندوستان سنی پبلی۔ اسلامی تحریک: ص: ۱۳۶-۱۳۷)

تواریخ عجیب کے مصنف کا یہ درد انگیز بیان نقل کرتے ہیں: "لیکن اکثر گواہ گواہی دیتے وقت بھی ہمارے منہ کو دیکھ کر زار زار روتے بھی جاتے تھے مگر بے بس۔ اگر گواہی نہ دیں تو قطع نظر مار پیٹ کے پھانسی کا سامنا تھا۔۔۔ اور مار پیٹ کی تو یہ حالت تھی کہ عباس نام کا ایک لڑکا۔۔۔ جب مجلس رٹی میں گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کے مارے محبت کے جھونا اور آموختہ بیان میرے اوپر کرنے سے بچ گیا تو اسی روز رات کو اس کو ایسی سخت سزا کی گئی کہ وہ بچہ اسی صدمے سے قبل از درپیشی مقدمہ سیشن کے مرگیا"۔ (ہندوستان سنی پبلی۔ اسلامی تحریک: ص: ۱۳۳-۱۳۴)

قارئین اب اندازہ لگائیے کہ غداری اور وفاداری کی سند بانٹنا کس قدر ذمہ داری کا معاملہ ہے۔

شیخ محمد اکرام نے مولوی چراغ علی دست راست سرسید کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے وقت کی نزاکت کا بیان کیا ہے مثلاً یہ کہ صادق پور، پٹنہ کا وہ حملہ جو رد بدعت کا ایک بڑا مرکز تھا کھدوا ڈالا گیا پھر اکرام صاحب نے کتاب لکھنے کے جواز پر اپنی رائے یہ دی ہے کہ بہت سے علماء اخلاص کے باوجود ہلاکت کا راستہ چن رہے تھے۔ (موج کوثر: ۱۶۷)

گویا بذات خود تحریک آزادی میں علماء کرام کی دیوانہ وار سر فروشیوں کا بھی کڑوا تجربہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ اکرام صاحب ہی کے مطابق جب دشمن اردو میکڈاٹل ندوہ کا سخت مخالف ہو گیا اور اسے سیاسی سازشوں کا آلہ کار سمجھنے لگا تو باقاعدہ اس کی غلط فہمیاں دور کی گئیں حتیٰ کہ گورنمنٹ سے ایک

اور دین کے بجائے مسلک کو ترجیح دیتے تھے جیسا کہ آج بھی یہ حضرات اپنی قدیم جاہلیت پر قائم ہیں۔ ہمیشہ سے مادی فواندگی لالچ اور مسلک دشمنی میں منافقت کے اسیر رہے اس طبقے میں قبوری اور روافض سرفہرست ہیں۔ اسی طبقے میں ”مُلّی دارخانہائی ٹولہ“ بھی ایک حد تک شامل رہا ہے۔ تیسرے درجے میں اور دوسرے لوگ بھی آسکتے ہیں۔ مجھے تو یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان بد نصیبوں نے جہاں دنیا داری اور انگریزوں کی وفاداری کے پیش نظر شرکت نہ کی وہیں اس لئے بھی یہ لوگ تحریک میں شریک نہ رہے کہ تحریک کی قیادت وہابیوں کے ہاتھ میں تھی ہمارے قاسمی برادران کی شرکت جو بعد میں ڈھیلی پڑ گئی اس میں داروگیر کے خوف جیسے دیگر بنیادی عوامل کے ساتھ ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہابی قیادت اور تحریک میں بکثرت وہابی شرکت نے انہیں متھڑ کر دیا ہوگا جیسا کہ ان کی موجودہ روش سے انداز ہوتا ہے۔ رافضیوں نے صرف دو کام کیا ہے یا تو غداری کی ہے یا ملک کی تقسیم میں حصہ لیا ہے غداری کے لئے میر جعفر اور میر صادق معروف ہیں اور تقسیم کا سب سے بڑا نام محمد علی جناح ہے۔ البتہ انفرادی حیثیت سے ہر قسم کے لوگ اس طبقے میں نظر آسکتے ہیں۔

۲۔ کچھ لوگ مجتہدانہ طور پر انگریزوں سے قتال کو جہاد کا حصہ مانتے ہی نہیں تھے بطور خاص ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو، کیونکہ جہاد کی شرطیں انہیں مفقود نظر آتی تھیں بعض اہل حدیث علماء اسی قسم کی رائے رکھتے تھے۔ اسی صف میں وہ لوگ بھی شمار کئے جاسکتے ہیں جو مصلحت کے سبب جنگ کے مخالف تھے یا جنگ میں شریک نہیں تھے، علماء دیوبند کی ایک بڑی تعداد کا نقطہ نظر کچھ ایسا ہی تھا۔ مثال کے طور پر مولانا محبوب علی سید احمد بریلوی کے لشکر سے نکل گئے تھے وہ جہاد مخالف نظریات میں اس قدر پختہ ہو گئے تھے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حوالے سے ارواحِ ثلاثہ میں مولانا تھانوی رقمطراز ہیں: ”خان صاحب نے فرمایا: کہ غدر (۱۸۵۷ء) میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے یہ جنگ نہیں، انہیں میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو غدر سے روکتے تھے۔“ (ارواحِ ثلاثہ: ص: ۳۹۱، مع اشرف التنبیہ و حاشیہ از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، مطبع از کتب خانہ لکھنؤ یونیورسٹی: ۱۳۵۳ھ/ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۵ء)

حال قبائلی نظام سے زیادہ کی نہیں تھی، آج وطن عزیز جو جدید نظام پر استوار ہے وہ یکا یک نہیں پیدا ہو گیا۔ قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آج اسلامیان ہند پر جو مظالم ہو رہے ہیں، حقوق کی جیسی کچھ پامالی ہو رہی ہے انگریزی عہد سے اگر اس کا موازنہ کیا جائے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ بطور خاص جب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف وطن کی خاطر مسلح بغاوت بھی کر رہے تھے۔ انگریزوں نے چونکہ ملک مسلمانوں سے چھینا تھا اس لئے خوئے سلطانی فطری طور پر مسلمانوں کے یہاں بیدار ہوئی بالخصوص وہابیوں نے شدید مخالفت کی تحریک چلائی، بغاوت کیا، جہاد کیا سب کچھ کیا محض اس لئے کہ یہ اپنی وطن دوستی اور قوم دوستی میں مخلص تھے۔ ورنہ تو وطن عزیز کے جو حکمران ہوتے تھے بالعموم رافضی، قبر پرست، ملحد، پست قسم کے سیکولر، متعصب مقلد، سیکولر مقلد، مذہب کا استعمال و استحصال کرنے والے ریاکار اور غیر مسلم ہوا کرتے تھے کم از کم پختہ سلفی تو بہر حال نہیں ہوتے تھے البتہ استثناء سے کوئی چیز مبرا نہیں ہے تھوڑا سا اندازہ لگانے کے لئے ”سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات“ مصنف خلیق احمد نظامی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود وہابیوں نے مسلکی تفریق کو ہوا نہ دیا، کوئی خوشی نہیں منائی اس سے آگے بڑھ کر مسلح بغاوت کی اب ظاہر ہے داروگیر بھی وہابیوں کی ہوتی تھی اور ہوئی لہذا یہ بات صاف ہوگئی کہ انگریزوں کی مزاحمت وہابی بغاوتوں کے سبب تھیں اگر یہ بغاوتیں نہ ہوتیں تو ایسا بالکل نہیں تھا کہ آج دین پر عمل کی جو آزادی ہمیں حاصل ہے اس وقت حاصل نہ ہوتی۔

اگر انگریزوں نے ملک میں اقتدار سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا تو اس کا سبب بھی مسلمانوں کے غلبے کا خوف اور حکمرانی کی سیاست تھی۔

پیچھے ہم نے یہ بات عرض کی تھی کہ انگریزوں کی مدافعت اور مخالفت کے تناظر میں علماء اور دانشوروں کی درجہ بندی ہوئی چاہے ورنہ تاریخی تقاضا یا میں دامن عدل چھوٹ جانے کا شدید خطرہ ہے یہ درجہ بندی دراصل چار قسموں میں منحصر نظر آتی ہے۔

۱۔ پہلی قسم میں وہ بہت سارے لوگ داخل ہوتے ہیں جو وطن، اہل وطن اور مسلمانوں کے مقابلہ میں غاصب کفر کے مددگار تھے

کہ حضرت مولانا نذیر کا تجزیہ راقم کے موافق تھا بالخصوص مولانا غلام رسول مہر کے ایک اقتباس پر نظر جم گئی جو اس مسئلے میں حرف بہ حرف مؤید نظر آیا کہ تحریک آزادی میں شمولیت سب کی رہی ہے اور اگر کچھ لوگوں نے مخالفت کی ہے تو اس کے صحیح اسباب ضرور دیکھنا چاہئے۔ اقتباس کی اہمیت کے پیش نظر ہم اسے قارئین کی نظر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ تجزیہ رقم کر دینے کے بعد یہ ڈرجان کھائے جا رہا تھا کہ کہیں میرے خیالات تحریکی اعتبار یا نوجوانی کی ترنگ جیسے بزرگانہ خدشات سے نتھی نہ کر دیئے جائیں۔ اقتباس پیش خدمت ہے:

”۱۸۵۷ء میں ملک کے اندر جگہ جگہ آزادی کی جدوجہد کی گئی اگرچہ دہلی یا دوسرے مقامات کے بعض بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک کو درست ماننے سے انکار کر دیا تھا تاہم ان میں سے بعض نہایت بلند پایہ افراد اس میں شریک رہے۔ مثلاً بزرگان دیوبند مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا سرفراز علی جوہری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔

----- بہر حال یہ اجتہادی مسئلہ تھا ایک گروہ نے اس پر ایک نقطہ نگاہ سے غور کیا دوسرے نے دوسرا نقطہ نگاہ پیش نظر رکھا ایک کی رائے یہ تھی کہ آزادی حاصل کرنے کے جو امکانات پیدا ہو گئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور جس حد تک مسلکی قوتوں کو منظم کیا جاسکتا ہے کر دینا چاہئے دوسرے گروہ کی نظر اس پہلو پر کی گئی کہ ملکی قوتوں میں تنظیم نہیں ہے اور تحریک نے فی الواقع ہنگامہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے جسے عرفاً بلوی کہتے ہیں اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔۔۔۔۔ بے تنظیمی ہی کے باعث بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کے لئے اخلاقاً یا قانوناً یا شرعاً کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔“ (۱۸۵۷ء ص: ۳۵۵)

اب تک کے بیانات جو بڑی تفصیل سے رقم ہوئے ہیں اور مختلف طرح کی مناسبات اور ضمنی چیزوں سے اٹھنا کیا گیا ہے اس کا سبب کیا ہے ہمارے قارئین نے بین السطور سے اندازہ کر لیا ہوگا۔ میاں صاحب تحریک آزادی میں ضرور شریک تھے مگر مسلح مشارکت آپ کی نظر نہیں آتی اور یہ عیب نہیں بلکہ آپ کے طریق عمل کا حسن تھا۔

حسین احمد مدنی وقت کے مشہور بزرگ شیخ محمد تھانوی کے متعلق لکھتے ہیں ”بدقسمتی سے مولانا کی رائے ہی یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد فرض تو درکنار موجودہ احوال (۱۸۵۷ء) میں جائز ہی نہیں۔ (نقش حیات سجادچی: ج ۲، ص: ۳۵۱)

قاری محمد طیب صاحب ایک مجلس کی بابت لکھتے ہیں:۔۔۔ اس موقع پر جہاد کے سب خلاف تھے، صرف حضرت نانوتوی مدعیانہ طریق پر اس میں پیش پیش تھے۔ (سوانح قاسمی: ج ۲، ص: ۱۲۲، مؤلفہ: منظر احسن گیلانی، دارالعلوم دیوبند دیوبند) اگر قارئین ص: ۱۲۱ تا ۱۲۳ پڑھ جائیں تو زیر بحث قضیہ مزید کھل جائے گا۔

یہ حوالے بالعموم ۱۸۵۷ء سے متعلق ہیں تاہم بعد کے عمومی قتال سے متعلق بھی اس قسم کی باتیں موجود ہیں۔

۳۔ بعض خاص مواقع بالخصوص ۱۸۵۷ء کے موقع سے دانشمندانہ اور ہمدردانہ مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ تا آخر تحریک جہاد میں رازدارانہ طور پر شامل رہے اسی طبقے میں حضرت میاں صاحب کا شمار بھی کرنا چاہئے اور دیگر مکاتب فکر کے بعض علماء بھی اسی قطار میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

۴۔ ایک طبقہ وہ تھا جس کی جدوجہد کا رخ ہی بیشتر یا مکمل جہاد کی طرف تھا یہ اکثر وہابی تھے ہمارے دیوبندی برادران کی شرکت بعد میں بھلے ہی کم تھی مگر ان کی شمولیت بھی قابل توجہ تھی افراد کی حیثیت سے دوسروں کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی انصاف پسند آزادی میں شریک ہونے والے ان لوگوں کی جدوجہد کا تجزیہ کرے جن کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہے تو مذکورہ چار قسموں میں محیط پائے گا جیسے اڑانے کا شوق رکھنا، تاریخ سازی کرنا، مسلکی برتری قائم کرنے کے لئے چوری اور ہیرا پھیری کرنا وہ خطرناک باتیں ہیں جن سے سخت اجتناب ہونا چاہئے۔ حضرت میاں صاحب یا ان جیسا کسی بھی عالم دین کو شخص اس لئے متہم کرنا کہ وہ آپ کے مسلک کے لئے نقصان دہ رہا یا پھر اپنے مسلک کے احیاء کا بڑا سبب رہا انتہائی رذیل شے ہے۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ درج بالا سطور جب حوالہ قرطاس ہو گئے تو حضرت مولانا نذیر رحمانی کی تصنیف ”اہل حدیث اور سیاست“ مطالعے میں آئی پھر یہ دیکھ کر بڑی خوشگوار حیرت ہوئی

کیا نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے؟

حافظ اکبر علی سلفی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ خُنَيْسٍ الدَّمْهِيَّاطِيِّ: يَهْمُولُ الْحَالِ رَاوِي هـ۔

ان سے تین سے زیادہ ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے، لیکن ان کی بابت جرح و تعدیل کا کوئی بھی کلمہ مجھے نہیں مل سکا۔ ان کے ترجمہ کے لئے دیکھیں:

(۱) الإكمال في رفع الأوتياب: ۳۴۱/۲، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت - لبنان۔ (۲) تاريخ دمشق بتحقيق عمرو بن غرامة العمروي: ۱۰۰/۳۸، ۳۴۸۳، (۳) إرشاد القاصي والداعي التي تراجم شيوخ الطبراني، ص: ۴۱۱، ۶۳۹۔
 أَبُو أَسْلَمَ مُحَمَّدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الزُّعْنِيُّ: يَهْمُولُ الْحَالِ رَاوِي هـ۔
 باطل روایتیں بیان کرنے والا راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

(۱) امام ابو احمد بن عدي الجرجاني رحمه الله (المتوفى: ۳۶۵ھ):
 "يحدث عن مالك وغيره بالبواطيل... وهو منكر الحديث عن كل من يروي عنه"۔ (الكمال في طبعاء الرجال بتحقيق عادل وعلي: ۵۰۳/۴، ۱۴۳۳)

(۲) امام ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسي، المعروف بابن القيسراني رحمه الله (المتوفى: ۵۰۷ھ): "يروي البواطيل عن المشاهير" (ذخيرة الحفاظ بتحقيق عبد الرحمن الفريواني: ۴۷۷/۱، تحت الحديث: ۶۸۳)

(۳) امام ابو الحسن نور الدين علي بن ابي بكر البغلي رحمه الله (المتوفى: ۸۰۷ھ): "وهو ضعيف"۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقيق حسام الدين القدسي: ۸۶/۵، ۸۲۹۲)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ: يَهْمُولُ الْحَالِ رَاوِي هـ۔
 ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

محترم قارئین! فیس بک اور وائس ایپ وغیرہ پر یہ روایت گردش کر رہی ہے: "مَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الزُّبْقِ، انْتَقَصَتْ قُوَّتُهُ"۔ جس سے بعض حضرات نے سمجھا کہ نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے، جبکہ روایت ہذا کا حال یہ ہے کہ یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

روایت ہذا دو صحابہ کرام سے مروی ہے:

(۱) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 (۱) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت:
 امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفى: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ خُنَيْسٍ الدَّمْهِيَّاطِيُّ، قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الزُّعْنِيُّ، قَالَ: نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الزُّبْقِ، انْتَقَصَتْ قُوَّتُهُ"۔ (قال الطبراني): "لَمْ يَرْوِ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ إِلَّا ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، تَفَرَّدَ بِهَا: أَبُو أَسْلَمَ"۔

تخریج: (المعجم الأوسط بتحقيق طارق و عبد المحسن: ۵۱/۵، ۳۶۳۶، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقيق حسام الدين القدسي: ۸۶/۵، ۸۲۹۲، ومجمع البحري في زوائد المعجمين بتحقيق عبد القدوس: ۱۶/۴، ۱۲۴، وغيرهم)۔

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نہار منہ پانی پیے گا، اس کی قوت گھٹ جائے گی۔

حکم حدیث: ہذا حدیث منکر و اسنادہ واد۔
منکر ہونے کی وجہ: روایت ہذا میں تین غلطیاں ہیں:

وجہ ضعف: روایت ہذا میں تین علتیں ہیں:

❁ **أبو نعيم عبد الأول بن إسحاق المروزي الملقب:**
اس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ولم أعرفه، ويحتمل أنه الذي في “نقات ابن حبان“ (۳۴۵/۸): “عبد الأول بن حكيم الحلبي، يروي عن مسرة بن معبد اللخمي... روى عنه سعيد بن واقد الحمرواني“ ذكره فيمن روى عن أتباع التابعين. وهذا من هذه الطبقة. والله تعالى أعلم“۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۴۰/۱۳، ج: ۶۰۳۲) ”میں اس کو نہیں جانتا ہوں اور احتمال ہے کہ یہ عبد الاول بن حکیم الحلبي ہو جس کو امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں نقل کیا ہے، جو میسرہ سے روایت کرتا ہے اور سعید الحمروانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ اس کو انہوں نے ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جو حج تابعین سے روایت کرنے والے ہیں اور یہ اسی طبقہ میں سے ہے، واللہ اعلم“۔

راقم با ادب عرض کرتا ہے کہ (الضعفاء الكبير: بتحقيق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲) میں یہ صراحت ہے کہ عبد الاول یہ “عبد الاول بن إسحاق المروزي” ہے۔ والحمد لله على ذلك۔

شیخ عبد القدوس حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”لم أجده“۔ (فی تحقیق مجمع البحرین فی زوائد المعجمین: ۱۱۶/۷، ج: ۳۱۳۸)

❁ **أبو أمية عثمان بن عمار الأيلي:** یہ غیر معروف راوی ہے۔

(۱) امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): ”لا يعرف“۔ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق الجاوی: ۷۷۳، ت: ۲۰۳۲)

❁ **زفر بن واصل:** یہ مجہول راوی ہے۔

(۱) امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقيلي رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۲ھ): ”مجہول“۔ (کتاب الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲)

(۲) امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): ”لا يعرف“۔ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق الجاوی: ۷۷۳، ت: ۲۰۳۲)

❁ **اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:**

(فائدہ نمبر: ۱) مذکورہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر میں

(۱) امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): ”لیس حدیثہ

بشئ، ضعیف“۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷، واستاده صحیح)

(۲) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): ”لیس بقوي الحديث، كان في نفسه صالحا، وفي الحديث واهيا، ضعفه علي (يعني) ابن المديني جدا“۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷)

(۳) امام ابو زرہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ): ”ضعیف الحديث“۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷)۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال بتحقیق الدكتور بشار عواد: ۱۱۳/۱۷، ت: ۳۸۲۰)

(۲) **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:**

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۰ھ) فرماتے ہیں: ”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُسْتَانَ، ثنا أَبُو نَعِيمٍ عَبْدُ الْأَوَّلُ الْمُعَلَّمُ، ثنا أَبُو أُمَيَّةَ الْأَيْلِيُّ، عَنْ زُفَرِ بْنِ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ... وَمَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الزَّيْقِ، انْتَفَضَتْ قُرُونُهُ ...“۔ (قال الطبراني: “لَا يَرْوِي هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، ثَفَرَّ ذَهَبُ عَبْدِ الْأَوَّلِ الْمُعَلَّمُ“۔

تخریج: (المعجم الأوسط بتحقیق طارق و عبد المحسن: ۳۳۲/۶، ج: ۶۵۵۷، وفيه خطأ ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقیق حسام الدین القدسی: ۸۶/۵، ج: ۸۶۹۲، ومجمع البحرین فی زوائد المعجمین بتحقیق عبد القدوس: ۱۱۶/۷، ج: ۳۱۳۸، وغيرهم)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نہار منہ پانی پیے گا، اس کی قوت گھٹ جائے گی۔

حکم حدیث: ہذا حدیث منکر کما قال العقيلي (فی کتاب الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲) واستاده مظلّم۔

وقال ابن عساکر: غریب الإسناد والمتن۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر بتحقیق عمرو بن غرامة العمري: ۳۵۶/۲۳، ت: ۲۹۵۷)

پکھا لیا جائے، پھر اس کے تین حصے کر لئے جائیں، پھر روزانہ ایک حصہ نہارمنہ پی لیا جائے۔“ نیز دیکھیں: (ازاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۶۵/۳، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت)

نہارمنہ عجوبہ عجور کھانے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً - أَوْ إِنِّهَا تَزِيلُ عَنْ أَوَّلِ الْبُكْرَةِ (عَلَى الرِّيقِ)“ (صحیح مسلم: ۲۰۳۸، مسند احمد بتحقیق الارنؤوط ورفقاہ: ۳۲/۳۱، ح: ۴۳۸۳، و الزیادۃ لہ وقال المحقق: إسناده صحيح علی شرط الشیخین) (مدینہ کے) بالائی حصہ کی عجوبہ عجوروں میں شفاء ہے یا نہارمنہ صبح کے اول وقت میں (ان کا استعمال) تریاق ہے۔“

نیز ایک دوسرا فائدہ بھی ہے، دیکھیں: (مسند احمد بتحقیق الارنؤوط ورفقاہ: ۵۲/۳، ح: ۱۳۳۲، و صحیح البخاری: ۵۳۴۵، و صحیح مسلم: ۲۰۳۷)

نیز دیکھیں: کتاب الدعاء للعلی بن ابی طالب بتحقیق محمد سعید البخاری، ص: ۱۳۲۲، ح: ۱۳۳۲ (وفیہ قال النبی ﷺ: مَنْ سَرَّ أَنْ يُوْعِيَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِفْظَ الْقُرْآنِ وَحِفْظَ أَصْنَافِ الْعِلْمِ فَلْيَكْتُبْ هَذَا الدَّعَاءَ فِي إِثَرِ تَلْفِيفٍ أَوْ فِي صَحْفَةِ قَوَارِيرٍ يَغْسِلُ وَزَعْفَرَانٍ وَمَاءٍ قَطْرٍ وَيَشْرَبُهُ عَلَى الرِّيقِ... وقال المحقق: إسناده ضعيف جدا وفيه موسى بن عبد الرحمن الضعفاء وهو منكر الحديث وروايه باطله)۔

محترم قارئین! مجھے کوئی ایسی صحیح یا حسن روایت نہیں مل سکی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ نہارمنہ پانی پینے سے فلاں نقصان ہوتا ہے لیکن مذکورہ (اول الذکر) تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہارمنہ فلاں چیز کھانے یا پینے سے فلاں فلاں فائدہ ہوتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

بسا اوقات ڈاکٹروں اور بزرگوں کی زبانی یہ بات سننے میں آئی ہے کہ نہارمنہ پانی پینے یا فلاں چیز کھانے سے فلاں فلاں فائدہ ہوتا ہے لیکن نقصانات کے بارے میں کبھی کوئی بات سننے میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

❁ اب چند باتیں بطور عمیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) تاریخ دمشق لابن عساکر میں: ”وصم بن واصل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة“۔ ہے جبکہ صحیح ”زفر بن واصل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة“ ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۲) المعجم الاوسط للطبرانی میں: ”انْقَطَعَتْ قُوَّتُهُ“ ہے جبکہ صحیح ”انْقَطَعَتْ قُوَّتُهُ“ ہے۔

یوں ہے: ”وَمَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الرِّيقِ، ذَهَبَ بِنَصْفِ قُوَّتِهِ“۔ ”جو شخص نہارمنہ پانی پیئے گا، اس کی آدھی قوت ختم ہو جائے گی۔“

(فائدہ نمبر: ۲) مذکورہ روایت الضعفاء الکبیر میں بھی ہے لیکن اس میں صرف حدیث کے شروع کے تین جملے ہیں اور بقیہ حدیث: ”مَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الرِّيقِ، انْقَطَعَتْ قُوَّتُهُ وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ سَقَطُهُ، وَمَنْ كَثُرَ سَقَطُهُ كَثُرَتْ خَطَايَاهُ، وَمَنْ كَثُرَتْ خَطَايَاهُ كَثُرَتْ النَّارُ أُولَى بِهِ“ نہیں ہے۔

(فائدہ نمبر: ۳) نہارمنہ پانی پینے کے نقصانات سے متعلق ایک روایت اور مروی ہے، وہ اس طرح ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الرِّيقِ، يَفْقِدُ الشَّخْمَ“۔ (انفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ للشوکانی بتحقیق المعلمی: ۳۸۶/۱، ح: ۳، و میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق الجاوی: ۳۵۱/۲، ص: ۳۵۱، ح: ۳۰۳۷)

”نہارمنہ پانی پینا، چربی کو سخت کرتا ہے۔“

لیکن یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں ”عاصم بن سلیمان، أبو شعيب التميمي“ ہے جو کہ کذاب و وضع راوی ہے، دیکھیں: حوالہ مذکور۔

(فائدہ نمبر: ۴) نہارمنہ شہد پینے سے متعلق ایک روایت مروی ہے، وہ اس طرح ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ شَرِبَ الْعَسَلَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ عَلَى الرِّيقِ، عَوِيَ مِنْ الدَّاءِ الْأَكْبَرِ، الْفَالَجِ وَالْجَذَامِ وَالْبُرْصِ“ (سلسلة الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: ۱۸۳/۲، ح: ۷۶۳) جس نے ہر ماہ تین دن نہارمنہ شہد پیا تو وہ بڑی بیماری: فالج، کوڑھ پن اور برص سے نجات پا گیا۔

لیکن یہ روایت بھی موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں ”علی بن عروہ“ ہے جو کہ کذاب و وضع راوی ہے، دیکھیں: حوالہ مذکور۔

(فائدہ نمبر: ۵) عرق النساء کا علاج بتاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شِفَاءُ عَرَقِ النِّسَاءِ أَلْبَنُ شَاةٍ أَعْرَابِيَّةٍ ثَلَاثَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ يَشْرَبُ عَلَى الرِّيقِ، فِي كُلِّ يَوْمٍ جُزْءًا“۔ (سنن ابن ماجہ بتحقیق الارنؤوط ورفقاہ: ۵۱۷/۲، ح: ۳۳۶۳، و صحیحہ الانبائی و الارنؤوط) ”عرق النساء کا علاج یہ ہے کہ جنگلی بھیڑ (یا جنگلی دے) کی چمکتی کو لے کر

عباد بن کثیر الرملی الشامی جرح و تعدیل کے میزان پر

حافظ اکبر علی سلفی

نظر۔ (التاریخ الکبیر بتحقیق ہاشم الندوی و
آخرین: ۲۳/۶، ت: ۱۶۴۱)

(۳) امام ابو حاتم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۷۷ھ): ”ظننت
انہ احسن حالا من عباد بن کثیر البصری فاذا هو قریب
منہ ضعیف الحدیث“۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی
حاتم بتحقیق المعلمی: ۸۵/۶، ت: ۳۳۳)

(۴) امام ابو زرہ الرازی رحمہ
اللہ (التوفی: ۲۸۱ھ): ”ضعیف الحدیث“ (الجرح
والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق
المعلمی: ۸۵/۶، ت: ۳۳۳، ”واھی الحدیث“ (ابو
زرۃ الرازی وجہودہ فی السنۃ النبویۃ: ۳۸۵/۲)
”لا یحتج بحديثه“ (ابو زرۃ الرازی وجہودہ فی
السنۃ النبویۃ: ۲۸۱/۲، ۷۷۷)

(۵) امام نسائی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۰۳ھ): ”لیس
بثقة“ (الضعفاء والمتروکین بتحقیق محمود
ابراہیم زاید، ص: ۷۴، ت: ۳۰۷)

(۶) امام زکریا بن یحیی الساجی رحمہ اللہ (التوفی
: ۳۰۷ھ): ”ضعیف، یحدث بمناکیر“۔ (اکمال
تہذیب الکمال فی أسماء الرجال بتحقیق عادل و
أسامة: ۱۸۱/۷، ت: ۴۷۰۳، و
التہذیب: ۱۰۲/۵، ت: ۱۷۰، الناشر: مطبعة دائرة
المعارف النظامية، الهند)

(۷) امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی رحمہ اللہ (التوفی
: ۳۲۲ھ) نے موصوف کو اپنی کتاب: ”الضعفاء الکبیر“
(تحقیق عبد المعطی: ۱۱۳/۳، ت: ۱۱۴۵) میں ذکر کیا
ہے۔

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا
نبی بعده، اما بعد:

✽ نام و نسب: عباد بن کثیر الرملی الشامی

✽ اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے چند کے نام درج
ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن مہران الأعمش

(۲) عبد اللہ بن دینار

(۳) عبد اللہ بن طاووس

✽ تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے چند کے نام درج
ذیل ہیں:

(۱) ضمرۃ بن ربیعہ

(۲) مخلد بن یزید الحرانی

(۳) یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری

✽ وفات: ۱۷۰ھ (تہذیب الکمال بتحقیق بشار
عوان معروف: ۱۵۰/۱۳، ت: ۳۰۱۹، وتاریخ الإسلام
بتحقیق بشار عوان: ۳۱۸/۳، ت: ۱۹۰)

آپ سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، آپ کی بابت
ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ جارحین:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
(التوفی: ۲۴۱ھ): ”رُغموا أنه ضعیف
الحدیث“۔ (العلل ومعرفة الرجال بتحقیق وصی
اللہ بن محمد عباس: ۲۰۶/۲، ت: ۲۰۲۶)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ (التوفی: ۲۵۶ھ): ”فیہ
ضعیف“۔

(۸) امام ابن حبان رحمہ اللہ (التوفی: ۳۵۳ھ): ”وہو عندي لا شيء في الحديث لأنه روى عن سفيان الثوري عن منصور عن إبراهيم عن غلقمة عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال طلب الحلال فريضة بعد الفريضة ومن روى مثل هذا الحديث عن الثوري بهذا إلا مناد بطل الاختجاج بخبره فيما يروي مالا يشبه حديث الثقات“ (المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين بتحقيق محمود إبراهيم: ۱۶۹/۲ و ۱۷۰، ت: ۷۹۲) ”میرے نزدیک وہ حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے سفیان الثوری سے یہ حدیث روایت کی ہے: ”طلب الحلال فريضة بعد الفريضة“ اور جو ثوری سے اس سند کے ساتھ، اس طرح کی روایت بیان کرے تو اس کی ان حدیثوں سے احتجاج کرنا باطل ہو جاتا ہے جو ثقات کی حدیث کے مشابہ نہ ہوں۔

(۹) امام ابو احمد بن عدي الجرجاني رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۵ھ): ”وہو خير من عباد البصري“ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقيق عادل و علي: ۵۳۳/۵، ت: ۱۱۶۶) ”عباد بن کثیر الرملی، عباد بن کثیر البصری سے بہتر ہے۔“

واضح رہے کہ یہ توثیق نہیں ہے کیونکہ عباد بن کثیر البصری متروک الحدیث راوی ہے۔ دیکھیں: (تہذیب الکمال بتحقيق بشار عواد معروف: ۱۳۵/۱۳، ت: ۳۰۹۰)

(۱۰) امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطني رحمہ اللہ (التوفی: ۳۸۵ھ) نے موصوف کو اپنی کتاب ”الضعفاء والمتروكون“ (تحقيق عبد الرحيم القشقری: ۱۶۵/۲، ت: ۳۸۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصمہانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۳۰ھ): ”لا شيء“ (الضعفاء بتحقيق فاروق حمادة: ص: ۱۲۳، ت: ۱۷۷)

(۱۲) امام ابو بکر احمد بن الحسين الميموني رحمہ اللہ (التوفی: ۳۵۸ھ): ”ضعيف“ (السنن الكبرى بتحقيق محمد عبد القادر عطا: ۲۱۱/۶، ج: ۱۱۶۹۵)

(۱۳) امام علی بن محمد، المعروف بابن القطان رحمہ اللہ (التوفی: ۲۲۸ھ): ”ضعيف“ (بیان الوهم والایہام فی کتاب الأحکام بتحقيق الحسين آيت: ۸۷/۵، تحت الحديث: ۴۳۴۱)

(۱۴) امام ذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ): ”مجمع على ضعفه“ (ديوان الضعفاء والمتروكين بتحقيق حماد بن محمد الأنصاري، ص: ۲۰۷، ت: ۲۰۸۱) ”وہو متروك“ (تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام بتحقيق بشار عواد: ۹۳/۳، ت: ۱۲۰)

(۱۵) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۹۳ھ): ”ضعيف“ (التذكرة في الأحاديث المشتهرة بتحقيق مصطفى عبد القادر، ص: ۳۹، ج: ۳)

(۱۶) امام سراج الدین عمر بن علی، المعروف بابن الملقن رحمہ اللہ (التوفی: ۸۰۳ھ): ”ضعيف“ (الهدر المنير في تخریج الأحادیث والآثار الواقعة في الشرح الكبير بتحقيق مصطفى وعبد الله وياسر: ۱۳۰/۶)

(۱۷) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التوفی: ۸۵۲ھ): ”ضعيف“ (تقریب التہذیب بتحقيق محمد عوامة: ص: ۴۹۰، ت: ۳۱۳۰)

(۱۸) امام علی بن الحسین بن الجندی الرازی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۰۰ھ): ”متروك“ (الضعفاء والمتروكون لابن الجوزی بتحقيق عبد الله النقاشی: ۷۶/۲، ت: ۱۷۸۳)۔ اس قول کی بھی مجھے کوئی سند دستیاب نہیں ہو سکی۔ واللہ اعلم

❁ معذرتیں:

(۱) امام ابن معین رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۳ھ): ”ثقة“ (تاریخ ابن معین (رواية عثمان الدارمي) بتحقيق أحمد محمد: ۱۳۵/۱، ت: ۳۹۳، و تاریخ ابن معین (رواية الذوري) بتحقيق أحمد محمد: ۳۶۱/۳، ت: ۵۲۹۷)

(۲) امام علی بن عبد اللہ المدینی رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۳ھ): ”كان ثقة لا بأس به“ (سؤالات

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ زیاد بن الریث، عباد بن کثیر الشامی کے شیخ نہیں ہیں بلکہ عباد بن کثیر الشامی، زیاد بن الریث کے شیخ ہیں جیسا کہ دیگر ائمہ کرام نے بیان کیا ہے، محقق صبحی السامرائی حفظہ اللہ نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ موضع ہذا میں مجھے یہ بھی محسوس ہو رہا ہے کہ شاید یہ طباعت کی غلطی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) امام ابن شاپین رحمہ اللہ حوالہ مذکور میں رقمطراز ہیں: ”۱۰۰۸۔ عباد بن کثیر الشامی، روی عن زیاد بن الزبیع، قال: وَكَانَ ثَقَّةً۔“

۱۰۰۹۔ عباد بن کثیر الزمّلی، خواص، ثَقَّةٌ، قَالَه يحيى۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اگر امام ابن شاپین رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ”عباد بن کثیر الشامی“ اور ”عباد بن کثیر الزمّلی خواص“ دونوں الگ الگ شخصیت ہیں جیسا کہ بظاہر سمجھ میں آ رہا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں جیسا کہ ائمہ کرام نے بیان کیا ہے۔ دیکھیں: (تہذیب الکمال بتحقیق بشار عواد معروف ۱۵۰۶/۱، ص: ۳۰۱۹، والجرح والتعديل لأبي حاتم بتحقیق المعلمی: ۸۵۶/۶، ص: ۲۳۳) اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اور کسی غرض کی وجہ سے انہوں نے مذکورہ طریقہ سے ان کا ذکر کیا ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) امام ذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام میں رقمطراز ہیں: ”وقال النسائي: متروك الحديث۔“ (تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام بتحقیق بشار عواد: ۹۳۶/۴، ص: ۱۲۰) ”امام نسائی رحمہ اللہ نے عباد بن کثیر الرملی کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔“

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے الرملی کو متروک نہیں بلکہ ”لیس بثقة“ کہا ہے جیسا کہ ان کی کتاب ”الضعفاء والمتروكين“ میں ہے اور خود امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ”میزان الاعتدال“ (بتحقیق الجاوی: ۳۷۰/۴، ص: ۳۱۳۳) میں یہی بات نقل کی ہے۔

محمد بن عثمان بن أبي شيبة نعلی بن المديني بتحقیق موفق عبد اللہ، ص: ۱۲۶، ص: ۱۵۷ (۳) امام ابو حفص عمر بن احمد، المعروف بابن شاپین رحمہ اللہ (التوفی: ۳۸۵ھ): ”ثَقَّةٌ، قَالَه يحيى۔“ (تاریخ أسماء الثقات بتحقیق صبحی السامرائی: ص: ۱۲۹، ص: ۱۰۰۹)

(۴) امام ابو داؤد ش زیاد بن الریث الحمدی رحمہ اللہ (التوفی: ۱۸۵ھ): ”ثَقَّةٌ۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل و علی: ۵۴۳/۵، ص: ۱۲۹، وهذا اسناد فيه نظر لأن الحسن بن عبد المجيد شيخ ابن عدي، لم اجله كلمة الجرح والتعديل، والله اعلم)

(نتیجہ): عباد بن کثیر الرملی الشامی ضعیف راوی ہے۔

(فائدہ): امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

”فنا سليمان بن أحمد بن يزيد النيسابوري، ثنا يحيى بن يحيى النيسابوري، ثنا عباد بن كثير الزملي، عن سفیان، عن منصور، عن إبراهيم، عن غلقمة، عن غبید الله، قال: قال زمنون الله صلى الله عليه وسلم: كُتِبَ الْخَلَالُ فَرِيضَةٌ بَعْدَ فَرِيضَةٍ۔“

(حلیۃ الأولیاء و طبقات الأصفياء: ۱۴۶/۴، الناشر: السعادة - بجوار محافظة مصر، ۱۳۹۳ھ - ۱۹۷۳م وغیرہ)

مذکورہ سند سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے حدیث ہذا: ”كُتِبَ الْخَلَالُ فَرِيضَةٌ بَعْدَ فَرِيضَةٍ“ کو بیان کرنے والا راوی ”عباد بن کثیر الزمّلی“ ہے نہ کہ ”عباد بن کثیر البصری“ جیسا کہ امام ابن حبان، امام بیہقی اور امام ابو نعیم الاصبہانی وغیرہم نے بیان کیا ہے۔

✽ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(۱) امام ابو حفص عمر بن احمد، المعروف بابن شاپین رحمہ اللہ (التوفی: ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: ”عباد بن کثیر الشامی روی عن زیاد بن الزبیع، قال: وَكَانَ ثَقَّةً۔“ (تاریخ أسماء الثقات بتحقیق صبحی السامرائی: ص: ۱۲۹، ص: ۱۰۰۹)

نبی ﷺ سے دشمنی کی بعض شکلیں اور نصرت الہی

رضوان اللہ علیہ الرحمہ و آلہ و صحبہ

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی جاتی تھی“ یہاں تک کہ جب آیت ﴿وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ”اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچائے گا“۔ (المائدہ: ۶۷)، نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور پہرہ داروں سے کہا: اے لوگو! تم (اپنے گھروں کو) لوٹ جاؤ کیونکہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے لی ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۰۳۶: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے: (الصحيحة: حدیث نمبر: ۲۳۸۹)

اس بات کی تائید جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ”أَنَّكَ عَزَّامِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ، فَأَذَرَ كَتِفَهُمُ الْقَائِلَةَ فِي وَادٍ كَبِيرٍ الْبُضَاءِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمَرَةٍ وَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، وَبِمَنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا، وَإِذَا عِنْدَهُ أَغْرَابِيٌّ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَأَسْتَيْقِظُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلَاتُنَا فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي، فَقُلْتُ: اللَّهُ، فَهَذَا جَالِسٌ، ثُمَّ لَمْ يَغَافِقْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“۔ ”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے اطراف میں ایک غزوہ میں شریک تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس ہوئے راستے میں قیلولہ کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا

محترم قارئین! نبی ﷺ نے جب دعوت توحید کو عام کرنا چاہا، لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہا، لوگوں کو پیغام الہی سے روشناس کرانا چاہا تو لوگ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کو دعوت توحید سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، آپ کو جسمانی ذہنی اور دلی تکالیف سے دو چار کیا، آپ کو ستایا، آپ پر ظلم ڈھایا، آپ کا مذاق اڑایا اور آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے، ان ساری تدبیروں کے پیچھے کفار و مشرکین کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس دعوت کو روکا جائے، اسے پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا جائے، چونکہ ایک انسان ہونے کے ناطے نبی ﷺ ان کفار کی طرف سے دی گئی ناقابل برداشت تکلیفوں سے دل برداشتہ ہو سکتے تھے، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بطور تسلی کہہ دیا کہ ﴿فَاصْذَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ ”آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کیجئے اور مشرکوں سے اعراض کیجئے، ہم آپ کی طرف سے ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔“ (الحجر: ۹۳-۹۵)

نبی ﷺ کا حال یہ تھا کہ آپ چھپ چھپ کر رہتے، آپ کی حفاظت کی جاتی تھی لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ ﷺ کو من جانب اللہ حفاظت کا کھلا پروانہ مل گیا اور آپ نے اپنے پہرہ داروں کو ہٹا دیا جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ حَتَّى تَرْلُثَ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ فَأَخْرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ، فَقَالَ لَهُمْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، انْصَرُّوا فَقَدْ عَصَمَنِي اللَّهُ

جس میں بکثرت کانٹے دار درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں پڑاؤ ڈالا اور صحابہ پوری وادی میں (درخت کے سائے کے لیے) پھیل گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکادی ہم سب سو گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کی آواز سنائی دی، دیکھا گیا تو ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے غفلت میں میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! دیکھو یہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی۔ (صحیح بخاری: ۴۱۳۵)

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہہ کر سلی وی کہ یہ قوم جو آپ کو ستانے کے درپے ہے اسے اپنا کام کرنے دیجئے آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس جو حکم آپ کو ملا ہے وہ کرتے رہیں رہی بات ان کفار کی تو ہم ان سے ٹھیس گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پروانہ پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کام جاری رکھا اور ان ظالموں کے ذریعہ دی گئی تکالیف کی پروا نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے مدد کی تا آنکہ دعوت توحید اپنے اختتام کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر باخبر کیا کہ ﴿النُّوْمُ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“ (المائدہ: ۳)

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت کو عام کرنے میں بے شمار پریشانیوں کا سامنا کیا دعوت توحید کی راہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و مشرکین نے اپنی دشمنی کی بھڑاس کئی طرح سے نکالی اور آپ کو کئی طرح سے ستایا ہے مندرجہ ذیل سطور میں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم ملا کہ اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب

رواج صفائی پہاڑ پر چڑھ کر لوگوں کو توحید کی دعوت دی جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوسا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں سورۃ المسد نازل کی جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ”صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الصَّفَا فَنَادَى: يَا صَبَاحَا، فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، فَقَالَ: إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ، أُرَايْتُمْ لَوْ أَنِّي أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَذَابَ مِمَّنِيكُمْ، أَوْ مُصْطَحِكُمْ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا تَبَا لَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ“۔ ”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھ گئے، وہاں سے ”یا صباخا“ آواز لگائی تو قریش آپ کے پاس اکٹھا ہو گئے آپ نے فرمایا: میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں، بھلا بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے دشمن شام یا صبح تک تم پر چڑھائی کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ مجھے سچا مانو گے؟ ابولہب نے کہا: کیا تم نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟ تمہارا ستیاناس ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے ”تبت یدایہ لہب و تب“ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ (تبت: ۱) نازل فرمائی۔ (سنن الترمذی: ۳۲۶۳، التبیانی - رحمہ اللہ - نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

یہاں یہ بتانا مقصد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی دشمنی محض اسی دعوت کا نتیجہ تھی اور اسی لئے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ”أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا تَبَا لَكَ“ کہہ کر کوسا تھا۔

(۲) دعوت توحید ہی کی وجہ سے ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں (جو ابولہب کے بیٹوں کی نکاح میں تھیں) کو طلاق دینے پر مجبور کیا تھا۔ (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ص: ۵۹۳)

اتنا ہی نہیں بلکہ ابولہب کی بیوی ام جمیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر جلن تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لا کر کانٹے بچھا دیا کرتی تھی جس سے آپ اور آپ کے صحابہ زخمی ہو جایا کرتے تھے۔ (تفسیر الطبری: ۱۹/۲۳۳-۲۴۰)

نے دیکھا کہ میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور خوف ناک چیزیں ہیں اور پر ہیں (وہ فرشتوں کے پر تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی، عضو عضو اچک لیتے۔“ (صحیح مسلم: ۲۷۹۷)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و مشرکین کی دشمنی کی ایک صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے دوران نماز جب سجدے میں گئے تو آپ کے گردن مبارک پر لا کر کسی نے اوجھڑی رکھ دی جیسا کہ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں بیان کیا کہ ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَمَلَأَ مِنْ فَرْشِ خُلُوسٍ وَقَدْ نَحَزَ وَاجْزُورًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَيْكُمْ يَأْخُذُ هَذَا الْفَرْشَ بِذِمِّهِ، ثُمَّ يَنْهَلُهُ حَتَّى يَضَعُ وَجْهَهُ سَاجِدًا فَيَضَعُهُ يَعْصِي ظَهْرَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَأَنْبَعَثَ أَشْقَاهَا، فَأَخَذَ الْفَرْشَ فَذَهَبَ بِهِ ثُمَّ أَمْهَلَهُ فَلَمَّا خَرَّ سَاجِدًا وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَأَخْبَرَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ جَارِيَةٌ، فَجَاءَتْ تَسْعَى فَأَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ، قَالَ: ”اللَّهُمَّ عَلَيْنِكَ بَقْرِيش، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْنِكَ يَا بَنِي جَهْلٍ بَنِي هِشَامٍ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَغُثَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَغُثَيْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ حَتَّى عَدَّ مَنبَعَةً مِنْ فَرْشِش. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، لَقَدْ زَانَيْتُهُمْ ضَرْعَى يَوْمٍ بَذَرْتُ فِي قَلْبِ وَاحِدٍ“۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اور قریش کے کچھ سربراہ اور وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اور انہوں نے ایک اونٹ ذبح کر رکھا تھا، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: تم میں سے کون ہے جو یہ خون آلود لید لے کر جائے، پھر کچھ صبر کرے حتیٰ کہ جب آپ اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیں، تو وہ اسے ان کی پشت پر رکھ دے، تو ان میں کا سب سے بد بخت (انسان) کھڑا ہوا اور اس نے لید لی، اور آپ کے پاس لے جا کر انتظار کرتا رہا، جب آپ سجدہ میں چلے گئے تو اس نے اسے آپ کی پشت پر ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس مٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی، تو وہ

اور جب اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی مذمت میں سورۃ المسد کا نزول کیا تو یہی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور وہاں پہنچ گئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے لیکن اللہ کی مدد آئی اور اس عورت کے آنکھوں پر پردہ پڑ گیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ (آخر جہ الحاکم: ۳۶۱/۲ وقال: (صحیح الإسناد) ووافقه الذهبي وصححه ابن أبي حاتم أيضا كما في (الدر المنثور) (۱۸۶/۳) كما في صحيح السيرة النبوية لابن أبي (ص: ۱۳۸) اور یہیں یہ بات ثابت ہو گئی کہ جب بھی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اسکی توحید کی طرف لوگوں کو بلائے گا تو اللہ اس کی مدد کرے گا۔

(۳) اسی دعوت توحید ہی کی وجہ سے ابوجہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جلتا تھا اور انہیں مارنے کی دھمکیاں دیتا تھا ایک مرتبہ دوران نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھا لیکن نصرت الہی نے اسے ناکام بنا دیا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”قَالَ أَبُو جَهْلٍ: هَلْ يَغْفِرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ فَقِيلَ: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَئِنْ زَانَيْتُهُ يَفْعَلْ ذَلِكَ لِأَطَانٍ عَلَى رَقَبَتِهِ، أَوْ لَا عَفْوَ نَ وَجْهَهُ فِي الثَّرَابِ، قَالَ: فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضَلِّي، رَعِمَ لِيْطًا عَلَى رَقَبَتِهِ، قَالَ: فَلَمَّا فَجَّهْتُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلَى عَقْبَتِهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهُوَ لَا وَاجِبَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ دَنَا مِنِّي لَأَخْطَفْتَنِي الْمَلَائِكَةُ غَضًّا غَضًّا“۔ ”ابوجہل نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری موجودگی میں اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ابوجہل نے کہا: قسم لات اور عزئی کی اگر میں ان کو اس حال (یعنی سجدہ) میں دیکھوں گا تو میں ان کی گردن روندوں گا یا انکا منہ مٹی میں رگڑ دوں گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس ارادہ سے آیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن روندے، تو لوگوں نے دیکھا کہ یکا یک ہی ابوجہل اٹھنے لگے قدموں پھر رہا ہے اور ہاتھ سے کسی چیز سے بچتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ وہ بولا کہ میں

دور تھی ہوئی آئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اسے بٹایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے تین مرتبہ کہا: ”اللہم علیک بقریش“ اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے، ”اللہم علیک بقریش“ اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے، ”اللہم علیک بابی جہل بن ہشام وشیبہ بن ربیعہ وعتبہ بن ربیعہ وعتبہ بن ابی معیط“ اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ابی معیط سے تو نیٹ لے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سات لوگوں کا گن کر نام لیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا، میں نے انہیں بدر کے دن ایک ہی کنویں میں مرا ہوا دیکھا۔ (سنن النسائی: ۳۰۸، صحیحہ الانبائی)

(۵) کچھ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی جلن تھی اس بنا پر کہ وہ توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں ان کی اس دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے انجام تک پہنچایا، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چند لوگ کافی پریشان کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَاصْذَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُنْشِرِ كَيْفَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ ”آپ کو جو حکم ملا ہے اسے ڈکنے کی چوٹ پر لوگوں سے بیان کیجئے اور شرکوں سے اعراض کیجئے ہم آپ کی طرف سے ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔“ (الحجر: ۹۳-۹۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”الْمُسْتَهْزِئُونَ الْوَلِيدُ بْنُ الْمُعْبِرَةِ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيُّ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ، وَأَبُو زَمْعَةَ، مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، وَالْحَارِثُ بْنُ عِيْطِلِ السَّهْمِيِّ، وَالْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ، فَأَتَاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَكَاهُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَاهُ الْوَلِيدَ أَبَا عَمْرٍو وَبْنَ الْمُعْبِرَةِ، فَأَوْمَأَ جَبْرِيلُ إِلَى أُنْجِلِهِ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كُفَيْتُهُ، ثُمَّ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ الْمُطَّلِبِ فَأَوْمَأَ جَبْرِيلُ إِلَيْهِ عَيْنِيهِ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كُفَيْتُهُ، ثُمَّ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ عَبْدِ يَغُوثَ

الزُّهْرِيُّ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَأْسِهِ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كُفَيْتُهُ، وَمَعْرُوبُهُ الْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ الْأَحْمَصِيهِ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كُفَيْتُهُ، فَأَمَّا الْوَلِيدُ بْنُ الْمُعْبِرَةِ فَمَعْرُوبُهُ جَلِي مِنْ خَزَاةٍ وَهُوَ يَزِيْشُ نَبَلًا لَهُ فَأَصَابَ أَنْجِلَهُ فَقَطَعَهَا، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ فَعَمِي، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: عَمِي هَكَذَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: نَزَلَ تَحْتَ سَمَرَةٍ فَجَعَلَ يَقُولُ: يَا بَنِي آلِ تَدْفَعُونَ عَنِّي؟ قَدْ قُبِلْتُ، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: مَا تَرَى شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى عَمِيَتْ عَيْنَاهُ، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيُّ فَخَرَجَ فِي رَأْسِهِ فَرُوحَ فَمَاتَ مِنْهَا، وَأَمَّا الْحَارِثُ بْنُ عِيْطِلٍ فَأَخَذَهُ الْمَاءُ الْأَضْفَرُ فِي بَطْنِهِ حَتَّى خَرَجَ خُرُوقُهُ مِنْ فِيهِ فَمَاتَ مِنْهَا، وَأَمَّا الْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ يَوْمًا إِذْ دَخَلَ فِي رَأْسِهِ شَبْرَقَةٌ حَتَّى امْتَلَأَتْ مِنْهَا فَمَاتَ مِنْهَا، وَقَالَ غِيْزَةُ: فَرَكِبَ إِلَى الطَّائِفِ عَلَى حِمَارٍ فَرُبَّضَ بِهِ عَلَى شَبْرَقَةٍ فَدَخَلَتْ فِي أَحْمَصِ قَدَمِهِ شَوْكَةٌ فَفَقَّتْهُ“۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابو زمعد اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی اور عاص بن وائل سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ولید کو کر دیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کی پریشانی دور ہو گئی اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں نے اس سے نیٹ لیا پھر جبریل علیہ السلام نے ابو زمعد کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے

ذہنکم۔“ ”میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مشرکین مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں پوچھا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس بد بخت نے اپنی چادر آپ کی گردن مبارک میں ڈالی اور آپ کا گلا گھونٹنے لگا، اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس بد بخت کو دفع کیا اور کہا کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل بھی لے کر آیا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۳۶۷۸)

اور سیدہ اسماء کی روایت میں ہے کہ جب عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر زور سے گھونٹا تو آپ کی چیخ نکل گئی کہ اے اپنے ساتھی کو بچاؤ! آپ کی یہ چیخ سن کر ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی مدد کے لیے آئے اور جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو دھکیل کر پرے ہٹا دیا تو مشرکین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے اور جب وہ واپس لوٹے تو ان کی اپنی یہ کیفیت تھی کہ ہم ان کی چوٹی کا جو بال بھی چھوتے تھے وہ ہماری چٹکی کے ساتھ چلا آتا تھا۔ (رواہ ابو یعلیٰ (۵۲/۱) والحمیدی (۱۵۵/۱) والنسائی فی المختار (۲۲۱/۶) وسعید فی سننہ (۳۷۱/۲)، وقال صاحب الضحیح من أحادیث السيرة النبوية محمد الصوياني: حديث حسن وفي سننه ضعف)

(۷) اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ تک ہجرت کی تو کفار نے انہیں پکڑنے پر انعام کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں ایک شخص کھڑا ہوا لیکن وہ خود عذاب الہی کا شکار ہوا اور اسے واپس ہونا پڑا جیسا کہ ابواسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ”لَمَّا أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَبَعَهُ مِرَاقَةُ بْنُ عَالِكِ بْنِ جَعْفَرٍ، فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاخَتْ بِهِ فَرَسُهُ، قَالَ: اذْعُ اللَّهُ لِي وَلَا أَضْرَكَ فَدَعَا لَهُ۔“ ”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا نبی

کہا: آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا، اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا، اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: میں نے اس کو بھی دبوچ لیا، ولید کو سزا اس طرح ملی کی خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پر جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا، اسود بن مطلب اندھا ہو گیا، اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں پھوڑے ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا، حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اسے پیلیا ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس سے مر گیا، عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا لگا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، اس کانٹے دار حجازی پودے کی طرح کا پھوڑا اس کے سر میں لگا، سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا، عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف لگا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں بیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔“ (روى المصنف في السنن الكبرى بإسناد حسن: ۱۷۳۱)

(۶) اسی دعوت ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط آیا اور چادر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹنے لگا جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ابھی نکل آئے گی جیسا کہ عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ ”سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: زَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مَعِيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَوَضَعَ رِذَاءَهُ فِي غَنْقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَتَفْشَلُونَ زَجَلًا أَنْ يَقُولَ: رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ

علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ کھینچ لو اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ زہر آلود ہے پھر (اس کی وجہ سے) بشر بن براہ بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہود کو بلوایا (اور پوچھا) تجھے اس کارستانی پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو میرے اس کام سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں لوگوں کو آپ سے راحت پہنچا سکوں گی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس تکلیف کے وقت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی فرمایا کہ ”میں ان نعموں کی وجہ سے جو میں نے خیر میں کھائے تھے ہمیشہ تکلیف میں رہا ہوں اور اب یہ وقت آ گیا ہے کہ اس نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔“ (سنن أبی داؤد: ۳۶۱۵، وقال الانبائی: حسن صحیح) محترم قارئین!

مذکورہ تمام واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں ہر داعی کو مصیبت کا سامنا کرنا ہے، دکھ اٹھانا ہے کیوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت آلام و مصائب سے نہ بچ سکی تو ہم اور آپ کیسے بچیں گے، عصر حاضر کے دعات پر آنے والی مصیبتیں اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں، اور یہی اصل آزمائش ہے اور اسی دعوت کی راہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تا آنکہ وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئے گرچہ دوران دعوت پریشانیاں آئیں اسی طرح ان شاء اللہ ان کی بھی مدد کی جائے گی، دشمنان اسلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر کے یہ سوچا تھا کہ ہم اسلام کی دعوت و تبلیغ روک دیں گے لیکن ہزار کوششوں کے باوجود وہ ناکام ہو گئے، ان شاء اللہ، عصر حاضر کے دشمن بھی اسی طرح رسوا ہوں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْلِصْكُمْ أَفَلَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔“ (محمد: ۷)

*

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، اس نے عرض کیا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے (کہ اس مصیبت سے نجات دے) میں آپ کا کوئی نقصان نہیں کروں گا، آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ (اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا)۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰، صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجَا، فَجَعَلَ لَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ: قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا، فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا زَدَهُ، قَالَ: وَوَفَى لَنَا،“ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا کی تو وہ نجات پا گیا پھر تو جو بھی اسے راستے میں ملتا اس سے وہ کہتا تھا کہ میں بہت تلاش کر چکا ہوں، قطعی طور پر وہ ادھر نہیں ہیں۔ اس طرح جو بھی ملتا اسے وہ واپس اپنے ساتھ لے جاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

(۸) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشمنی ہی میں زہر آلود گوشت کھلایا گیا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”سَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الضَّدْفَةَ فَأَهْذَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرٍ شَاةً مُضْلِيَّةً سَمَّيْنَاهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: «أَزِفُوا أَيَّدِيكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرْتَنِي أَنَّهَا مَسْهُومَةٌ» فَمَاتَ بَشَرَيْنِ الْبَزَاءِ بَنِ مَغُزُورٍ الْأَنْصَارِيِّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ «مَا حَمَلْتُكَ عَلَى الَّذِي صَنَعْتَ؟» قَالَتْ: «إِنْ كُنْتُ لَبِيًّا لَمْ يَصُرْكَ الَّذِي صَنَعْتَ، وَإِنْ كُنْتُ مَلِكًا أَرَحْتَ النَّاسَ مِنْكَ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُبِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِيهِ وَجَعَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ» فَأَزَلْتُ أَجْدَ مِنَ الْأَكْلَةِ الْبَنِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرٍ فَهَذَا أَوْ أَنْ قَطَعْتُ أَبْهَرِي“۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدیہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ نہ کھایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی عورت نے خیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھیجی ہوئی بکری بدیہ کی اور اس نے اسے زہر آلود کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ لوگوں (صحابہ کرام) نے بھی اس سے کھایا، آپ صلی اللہ

کائنات اور ہم

سیدہ رحمت النساء لوکھنڈوالا ممبئی

کی راحت یا ہمیشہ کا دکھ اس کا انجام ہوگا۔ ہمیں اُن حقائق کو تسلیم کرنا ہوگا۔ جن کی طرف دنیا کے سب سے اچھے اور سچے انسانوں نے دعوت دی ہے۔ اور وہ حقائق یہ ہیں: (۱) وحدت الہ (۲) وحدت آدم (۳) وحدت رسالت اور سارے نبیوں پر ایمان اور ان کی قیادت کو تسلیم کرنا (۴) وحدت مقصود یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی کو مقصود بنانا۔

اگر بناؤ کے بجائے بگاڑ اور تعمیر کے بجائے تخریب، خیر کے بجائے شر، اصلاح کے بجائے فساد میں انسان کی ذہنی قوتیں صرف ہو رہی ہیں اور اس کے دل و دماغ اور قلب و فواد میں محبت و اخوت، انسانیت اور بھائی چارہ کے بجائے دشمنی، نفرت، انتقام، بغض، حسد، عناد بھرا ہوا ہے تنگ ظرفی اور تنگ نظری کا شکار ہے تو اس کا مستقبل تاریک اور بھیا نک ہوگا۔

جب ہم قرآن شریف میں سورہ محمد آیت نمبر: ۲۸ تا ۳۲ کا ترجمہ پڑھیں گے تو پتہ چلے گا کہ ”جس انسان نے اللہ کی راہ پر نہ چل کر اللہ کو ناراض کر دیا اور اللہ کی رضا مندی کو برا جانا تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور کمر پر مارینگے۔“

ہم ہر دن اپنے جسم کو سنوارنے میں لگے رہتے ہیں۔ گرچہ عورتوں کو سنا سنوارنا اپنے شوہر کے لئے جائز ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بیوٹی پارلروں میں جا کر ہزاروں روپے خرچ کریں اپنے بناؤں سنگھار کے لئے۔ کاش ہم اپنی روح کو سنوارنا شروع کر دیں تو کامیاب ہو جائیں۔

**
*

علم نو کی ایک گمراہی تو یہ ہے کہ انسان اور کائنات کو ایک اتفاقی حادثہ فرض کر لیا گیا ہے، حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، تنکا تنکا اور جسم انسانی کا انگ انگ زبان و دل سے گواہی دے رہا ہے کہ یہ حکمتوں سے بھرپور اور دانائیوں سے معمور اور عقل و حکمت سے لبریز کائنات اتفاقی حادثہ نہیں ہو سکتی۔ کائنات میں نظم و ڈسپلن اور ہمہ گیری و ہم آہنگی کائنات کے ستاروں اور سیاروں کا جذبہ باہمی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ کائنات نہ بغیر اللہ تعالیٰ کے ہے اور نہ اس کے ایک سے زائد خدا ہو سکتے ہیں۔ خدا ہے اور وہ ایک ہی ہے۔ ہر قسم کی خوبی و کمال و قدرت سے مالا مال ہے۔

سورہ انبیاء آیت ۱۰۰ تا ۱۰۳ کا مفہوم ہے: ”جن کے لئے نیکی پہلے نظر پچی ہے وہ سب جہنم سے دور رہینگے دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے نہ گھبراہٹ ہوگی نہ غمگین ہونگے اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لینگے یہی وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے اپنی من چاہی (اچھی چیزوں میں) چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔ نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ غمگین ہونگے۔“

انسان کی بے راہ روی کا سبب یہ ہے کہ آج انسان اپنے انجام سے غافل ہو گیا ہے سمجھتا ہے کہ اللہ کی رہنمائی کا وہ محتاج نہیں ہے اللہ کے نبیوں، رسولوں اور آسمانی کتابوں کی اسے کوئی ضرورت نہیں ہے اس نے دنیا کو ہی مقصود قرار دے لیا ہے۔ دنیوی زندگی کو ہی پہلی اور آخری زندگی سمجھ رکھا ہے انسان کی دنیا اور دنیا کا انسان دونوں چند روزہ ہیں لوگ اپنے آغاز اور انجام کو بھول گئے ہیں۔ ایک دن اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہونا ہوگا جب انسان کی پرسنل فائل ہاتھ میں ہوگی اس فائل میں ہمیشہ

طلاق کے چند مسائل

ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی حفظہ اللہ (رکن فقہ اکیڈمی، سکرمہ، استاد جامعہ محمدیہ منصورہ، لاہور)

طلاق کا مسنون طریقہ:

سوال: شبیر احمد اور ان کی زوجہ میں گھریلو معاملات میں جھگڑا ہوا، اور جھگڑے کے درمیان شبیر احمد نے اپنی زوجہ کو گھر سے نکالتے ہوئے تین مرتبہ اس طرح کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دیا، خدا کی قسم میں نے تجھے طلاق دے دیا، گھر سے چلی جاؤ، میرا اور تمہارا کوئی رشتہ ناٹ نہیں۔

یاد رہے کہ شبیر احمد ایک اور تین طلاق کے درمیان فرق کو جانتے ہیں، براہ کرم دین و شرع کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کہ کتنی طلاق ہوئی؟

جواب: مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ بلا اضطراب اور ضرورت کے طلاق دینا شریعت اسلامیہ میں بڑا نا پسندیدہ فعل ہے، کیونکہ اس سے ایک بنا بنایا گھرا جڑ جاتا ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، وہ والدین کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں، اور ان کی زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے، علاوہ ازیں طرفین کے گھر والوں کے درمیان بغض و عدوت پیدا ہوتی ہے، اور تعلقات بگڑ جاتے ہیں، اور دیگر بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے تمام مسلمانوں کو حتی المقدور اس فعل فتنج سے بچنا چاہئے، طلاق کا جواز صرف اس لئے ہے تاکہ لوگ تنگی میں نہ پڑیں، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی ایک دوسرے کو بالکل پسند نہیں کرتے، اور ان کے درمیان ایسا اختلاف ہو جاتا ہے کہ ان کی زندگی ایک جہنم بن کر رہ جاتی ہے، ایسی صورت میں ان کے درمیان تفریق کرانے کے لئے طلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ لوگ الگ الگ ہو کر سکون سے رہ سکیں، لیکن اس طلاق کے لئے شریعت میں حدود مقرر ہیں، اور اس کا ایک مسنون طریقہ ہے، علماء امت کا اتفاق ہے کہ طلاق

مسنون کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس سے ہمبستری نہ کی ہو، پھر اسے چھوڑ دے اور طلاق نہ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے، اس طلاق کا نام ”طلاق سنی“ ہے، یہ ایسی طلاق ہے کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو اپنی مطلقہ بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹا سکتا ہے، اس رجوع کے لئے اسے نہ مہر جدید دینے کی ضرورت ہے اور نہ عقد کی، اور نہ ہی اسے عورت کے ولی کی رضا و عدم رضا سے کوئی سروکار ہوتا ہے، اور اگر اسے اپنی زوجیت میں نہیں رکھنا چاہتا ہے تو عدت گزرنے تک اسے چھوڑ رکھے، جب عدت گزر جائے تو بھلے طریقے پر اس کو اپنے سے جدا کر لے تاکہ وہ جس سے چاہے شادی کر لے، ہاں اب بھی (عدت گزر جانے کے بعد) اگر وہ چاہے تو طرفین کی رضا مندی سے نکاح جدید کے ذریعہ اسے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے، حلالہ شریعہ کی ضرورت نہیں، یہ ہیں وہ حدود جن کی پابندی سے آدمی کو کبھی پشیمانی نہیں ہوتی، اور اس کے لئے آسانی سے رجوع یا عقد جدید کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

اس کے برخلاف ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاق دینا یا حالت حیض میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں اس سے جماع کیا ہو شریعت مطہرہ کے ساتھ کھیل اور سخت گناہ کا سبب ہے۔

سنن نسائی میں صحیح سند سے محمود بن لبید کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے ایک ساتھ تین طلاق دی ہے (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ غصے سے کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے، یہاں تک کہ

اس کے حائضہ ہونے کی حالت میں طلاق دے دی پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو حکم دو کہ اس سے مراجعت کر لیں پھر اسے اپنی زوجیت میں روک رکھیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہو، اور پھر پاک ہو، پھر اس کے بعد چاہیں تو اسے اپنی زوجیت میں روک رکھیں اور چاہیں تو اس کو ہاتھ لگانے اور ہم بستری کرنے سے قبل طلاق دیں یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: حدیث نمبر: ۳۹۰۸، وصحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۴۷۱) اس سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں شوہر نے بیوی سے ہم بستری کی ہے طلاق دینا ممنوع ہے، اور اللہ تعالیٰ فرمایا: ﴿الطَّلَاقُ مَرْزُوقٌ لِمَنْسَأَلَهُ بِغَيْرِ ذَرْبٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

یعنی طلاق دوا لگ لگ مرتبہ دینا ہے اس کے بعد یا تو رجوع کر کے بھلائی کے ساتھ اسے اپنی زوجیت میں روک لینا ہے یا پھر احسن طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ ایک سے زائد طلاق دینا حکم الہی کے خلاف ہے اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن نسائی وغیرہ میں محمود بن لبید کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دی تھی تو آپ مارے غیظ و غضب کے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔ (سنن انسائی: ۱۴۲۶، حدیث نمبر: ۳۳۰۱) اس سے واضح ہو گیا کہ ایک ساتھ کئی طلاق (دو تین یا اس سے زیادہ) دینا حرام ہے، اسی واسطے علماء نے اسے طلاق بدعی کہا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں اس سے ہم بستری کی ہے طلاق دی تو وہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں تو جمہور علمائے کرام کے نزدیک وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اور طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ رجوع کرنے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی

ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ایسے آدمی کو قتل کر دوں؟ (سنن انسائی: ۱۴۲۶، حدیث نمبر: ۳۳۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا سراسر حرام ہے اور کتاب اللہ کے ساتھ مذاق ہے، اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اس حرام کام کے ارتکاب سے بچے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی مول نہ لے، ورنہ بڑا خسارہ ہوگا۔

رہا مسئلہ کہ آپ نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیا ہے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے وہ ایک طلاق رجعی شمار ہوگی، اور بقیہ دو طلاقیں لغو ہوں گی، مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے کیسے طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا: تین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو یہ ایک ہی طلاق ہوئی، اگر چاہو تو بیوی سے رجوع کر لو، چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ (مسند احمد: حدیث نمبر: ۲۳۸۷)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت میں دو سال تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۴۷۲)

اس لئے آپ کی ایک مجلس کی تین طلاق ایک طلاق رجعی شمار ہوگی، اور اگر بیوی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو آپ رجوع کر سکتے ہیں، اور اگر عدت پوری ہو گئی تو نکاح جدید کے ذریعہ پھر سے اس کو اپنی زوجیت میں لا سکتے ہیں۔

حالت حیض یا اس طہر کی طلاق کا حکم جس

میں ہم بستری کی ہو:

سوال: اگر بیوی حائضہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں اس سے جماع کیا گیا ہے اور ایسی حالت میں طلاق دی گئی تو ان صورتوں میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ أَنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمْسَ فَبَلَكَ الْبَعْدَةُ
الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ تُطْلَقَ لَهَا النِّسَاءُ" (صحیح
البخاری: ۳۹۰۸، وصحیح مسلم: ۱۴۷۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہوں نے اپنی بیوی
کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد عمر بن الخطاب
نے اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے دریافت کیا، رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ رجوع کر لیں پھر اس کو
روکے رکھیں یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر وہ
حیض کے ایام گزارے اور اس سے پاک ہو جائے، پھر اس کے
بعد اگر وہ چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دے دیں، کیونکہ یہی وہ
عدت (طہر کا وقت) ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو (بدرجہ
مجبوری) طلاق دیئے جانے کا حکم دیا ہے۔

اور مسند احمد (۵۵۲۳)، سنن نسائی (۳۳۹۲)، سنن ابوداؤد
(۲۱۸۵) کی ایک روایت میں "فَرَضَهَا" کا لفظ آیا ہے یعنی
رسول اللہ ﷺ نے اس کو لوٹا دیا یعنی طلاق کا اعتبار نہیں کیا۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ حالت حیض کی طلاق واقع ہو
جائے گی، انہوں نے حضرت ابن عمر کی مذکورہ بالا حدیث میں
لفظ "فَلْيَرْجِعَا" (کہ وہ رجوع کریں) سے استدلال کیا ہے
اس طرح سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رجوع کا حکم دیا اور
رجوع بغیر طلاق کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔

بہر حال احتیاطاً حالت حیض کی طلاق کو واقع مان لیں۔

چونکہ آپ نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور اس
سے قبل کبھی طلاق نہیں دی ہے اس واسطے یہ ایک ہی طلاق شمار کی
جائے گی، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے
کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک
میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح
مسلم: ۱۰۹۹/۴، حدیث نمبر: ۱۴۷۲)

اس واسطے اگر آپ چاہیں تو عدت میں رجوع کر کے ایک
ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں، عدت گزر جانے کے بعد از
سرو نکاح کرنا پڑے گا۔

سوال: ہم دونوں میاں بیوی میں کوئی جھگڑا نہیں تھا، مگر
میری ساس مجھے بہت تنگ کرتی تھی اس نے مجھے مار پیٹ کر
ہنگال دیا اس وجہ سے میرے والدین نے ان کے خلاف پولس

طلاق واقع مانی گئی اور کئی روایتوں میں اس کی صراحت بھی ہے
اور کچھ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اس بات کی جانب گئے ہیں کہ
یہ طلاق واقع نہیں ہوگی انہوں نے ان روایتوں سے استدلال کیا
ہے جن میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طلاق کا اعتبار نہیں کیا
گیا، نیز انہوں نے کہا کہ جب یہ طلاق بدی ہے تو صحیح کیسے ہو
گی؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا
لَيْسَ عَلَيْهِ أَهْرَافُهُ فَيُؤْذَى" (صحیح مسلم: ۱۷۱۸) جس نے
وہ عمل کیا جو ہمارے امر کے مطابق نہ ہو وہ مردود اور غیر مقبول
ہے، اور یہ طلاق سنت کے خلاف ہے اس واسطے مقبول نہیں اور
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کرنے کے حکم کا جواب یہ دیا
کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی بیوی کو واپس گھر لے آؤ
تمہاری طلاق نہیں ہوگی۔

دلائل کے اعتبار سے دوسرا قول قوی ہے اگرچہ احتیاط پہلے
قول میں ہے۔

حالت حیض کی طلاق:

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حیض میں بیک
وقت تین طلاق دیا، زید اب ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا
ہے، کیا حالت حیض میں مغلط طلاق واقع ہو جاتی ہے یا رجوع
کرنے کی صورت ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب
عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی، ۲۴ مارچ ۱۹۹۷ء کو طلاق دیا
ہے اور اس سے قبل کبھی طلاق نہیں دیا۔

جواب: حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا بلاشبہ حرام اور
باعث گناہ ہے، لیکن کوئی شخص اپنی بیوی کو اگر حالت حیض میں
طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس میں
علماء کا اختلاف ہے، کچھ علما کے نزدیک یہ طلاق واقع نہیں ہوتی
ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ﴾ (الطلاق: ۱) اے نبی! جب تم عورتوں کو
طلاق دو تو طہر میں طلاق دو۔ اور اس نے طہر میں طلاق نہیں دی
اس واسطے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: "أَنَّ طَلَّقَ
أَمْرًا وَهِيَ خَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرْءٌ
فَلْيَرْجِعَا لِمَنْ سَبَّحَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ

نافرمانی مت کرو۔

اتفاق سے انیس نے مسجد میں کچھ لوگوں کی گفتگو میں سنا کہ حیض کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک روز اس کی بیوی کو تائید اور تنبیہ کے طور پر حیض کی حالت میں تین مرتبہ طلاق کا لفظ کہہ دیا حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس کی بیوی فرما نہ دار بن جائے۔

اس بات کو آٹھ دس مہینے ہو گئے فی الوقت انیس کی بیوی میکے میں ہے اب وہ اس کو لا کر میاں بیوی کی طرح رہ سکتے کہ نہیں؟ براہ کرم حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے عہد نبوی میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فَرَوْهُ فَلْيَنْزِ اجْعَلْهَا ثُمَّ لِيَسْكُنْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضُ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمْسَ“ الخ (صحیح البخاری: ۳۹۰۸، و صحیح مسلم: ۱۴۷۱)

اسے حکم دو کہ اس (مطلقہ بیوی) سے رجوع کر لے پھر اس کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر دوبارہ اس کو حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے پھر چاہے تو اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور چاہے تو ہم بستر سے پہلے ہی طلاق دے دے۔

اس حدیث میں حالت حیض میں طلاق دینے کی صورت میں رجعت کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ اگر طلاق دینی ہے تو دوسرے طہر میں ہم بستر سے قبل طلاق دے۔ اس بنا پر علماء کرام نے حالت حیض کی طلاق کو طلاق بدعی اور خلاف سنت قرار دیا ہے۔ البتہ یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ متعدد روایتوں میں تصریح ہے: ”بأنها حسب تلك الطلقة“ اس طلاق کا اعتبار کیا گیا۔

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ متعدد روایتوں میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ

رپورٹ درج کرائی جس کی وجہ سے پولس والوں نے میرے سسر، ساس اور شوہر کو گرفتار کیا تھا پھر ان لوگوں نے وکیل کے ذریعہ تحریری تین طلاق ایک ہی پیپر پر لکھوا کر بھیجا مگر اس وقت میں گھر پر موجود نہیں تھی میں دو اخاندہ گئی ہوئی تھی میں حمل سے تھی مجھے چھٹا مہینہ چل رہا تھا اس لئے رجسٹری واپس چلا گیا پانچ سال سے کیس چالو ہے مجھ کو پانچ سال کی لڑکی ہے اب میرا شوہر مجھ کو لے جانا چاہتا ہے اور میں بھی اس کے ساتھ جانا چاہتی ہوں برائے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی کوئی مناسب شکل بتا کر آپ ہماری مدد کریں آپ کی ہم پر اور ہماری معصوم بیٹی پر بہت مہربانی ہوگی ہم لوگ آپ کے شکر گزار رہیں گے۔

جواب: اگر مذکورہ بالا بیان درست ہے تو پہلے آپ کے شوہر کی ایک طلاق رجعی واقع ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے آپ کو ایک ساتھ تین طلاق دی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ساتھ کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جاتی تھیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۴۷۴) اور آپ کے شوہر چاہتے تو وہ عدت میں بلا عقد جدید آپ سے رجوع کر سکتے تھے جیسا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کیا تھا، مگر اب پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور آپ کی عدت ختم ہو گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ایک طلاق بائن بینونہ صغریٰ ہو گئی، جس میں عورت کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لانے کے لئے شوہر کو اس کے ولی کی اجازت سے نئے مہر کے ساتھ از سر نو عقد نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اور عورت کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس واسطے اب اگر آپ دونوں میاں بیوی ایک ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو آپ دونوں کو از سر نو عقد نکاح کرنا پڑے گا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

هذا ما عمندي والله اعلم بالصواب۔

سوال: انیس احمد بچپن سے ناپسند ہے، دو ڈھائی سال قبل اس کی شادی ہو گئی ہے، کچھ دن میاں بیوی کے تعلقات اچھے رہے، مگر اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر بیوی نافرمانی کرنے لگی، یہ بات بیوی کے ماں باپ کو بتائی گئی لڑکی کے والدین بھی تاکید کرتے رہے کہ تم شوہر کے ساتھ اچھا سلوک رکھو خدمت کرو اور

روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو طلاق دینا بلا شہر حرام اور باعث گناہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لَعَلَّهِنَّ يَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَعْتَدِلُونَ (النساء: ۱) یعنی اسے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت (طہر) میں دو۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد حضرت عمرؓ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تو آپ نے فرمایا: "مَنْزَعٌ فَلْيُزِجْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا إِذَا طَهَّرَتْ أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ" (صحیح مسلم ۱۳۷۱، سنن ابی داؤد: ۲۱۸۱، والنفاذ) "ان کو حکم دو کہ ابھی اس سے رجوع کر لیں پھر چاہیں تو طہر کی حالت میں یا حالت حمل میں طلاق دیں۔"

لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے کچھ علماء کے نزدیک یہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حالت طہر میں طلاق دو اور آپ نے طہر میں طلاق نہیں دی اس واسطے اس طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ حالت حیض ونفاس میں طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے مگر طلاق واقع ہو جائے گی، اور وہ استدلال کرتے ہیں ان روایتوں سے جن میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر کو رجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور رجوع طلاق دینے کے بعد ہی ہوتا ہے اس واسطے آپ کی طلاق واقع ہوگئی، لیکن چونکہ آپ نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور اس سے قبل کبھی طلاق نہیں دی ہے اس واسطے یہ ایک طلاق رجعی شمار کی جائے گی، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۳۷۴) اس واسطے اگر آپ چاہیں تو عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر سکتے ہیں نئے عقد کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی تو آپ نے انھیں رجوع کرنے کی اجازت دے دی اور انہوں نے رجوع بھی کر لیا۔ (مسند احمد: حدیث نمبر: ۲۳۸۷، وغیرہ)

اس طلاق کو شمار نہیں کیا گیا، نیز یہ طلاق سنت کے خلاف اور طلاق بدعی ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے، پھر اگر طلاق واقع ہو جاتی تو آپ ﷺ انھیں رجوع کرنے اور دوبارہ طلاق دینے کا (اگر وہ چاہیں تو) حکم نہیں دیتے۔

بہر حال دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں مگر اکثر روایتیں طلاق واقع ہو جانے کی ہیں، اس واسطے میرے نزدیک احتیاطاً اسے واقع مان لینا ہی بہتر ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک جب ایک شخص اپنی زبان سے صریح طلاق دے دے تو وہ طلاق مانی جاتی ہے، کیونکہ دل کا حال اللہ کو معلوم ہے اور کبھی آدمی غلط بیانی بھی کر سکتا ہے، اس واسطے حکم ظاہر کے مطابق ہوگا۔

اس لئے انیس احمد کی طلاق کو ماننا چاہئے، البتہ چونکہ اس نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۳۷۴) اس لئے یہ ایک طلاق رجعی ہوئی اور اس آٹھ دس ماہ کے عرصہ میں اگر اس عورت کی عدت ختم ہوگئی تو اب عقد جدید کے ذریعہ اسے انیس احمد دوبارہ اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے، اور اگر عدت ختم نہیں ہوئی ہے تو بلا عقد جدید رجوع کر کے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتا ہے۔

معلوم رہے کہ اگر عورت جوان ہے اور اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین مرتبہ حیض آنے سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ کی ولادت سے، اور اگر نابالغ یا بوزمیں ہے اور حیض نہیں آتا تو تین ماہ گزرنے سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔

حالات نفاس کی طلاق:

سوال: میں نیاز احمد بن حاجی محمد عمر نے اپنی بیوی عرفانہ بنت عبد القیوم کو اس طرح تحریری طلاق دی: میں نیاز احمد بن حاجی محمد عمر عرفانی بنت عبد القیوم کو تین طلاق دیتا ہوں۔ اس سے قبل میں نے کوئی طلاق نہیں دی ہے یہ پہلا واقعہ ہے اور طلاق دینے کے پندرہ روز قبل اس سے بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔

اب میں عرفانہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں، شریعت اسلامیہ میں اس کی کیا صورت ہے، کتاب وسنت کی

دسمبر ۲۰۱۶ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

[illegible][illegible][illegible][illegible]

 WhatsApp: 9306161830
  Website: islamnewsdaily.com
  Telegram: islamdailyuk

ماوريج الاول
 بدعات

MAAH-E-RABI'AL-AWAL
 KI BID'AAT

माहे रबीउलअव्वल की बिदआत

(مہینہ ربیع الاول کی بدعات)

سید سالحدین عثمانی • SHAHJ SALAHUDDIN USMANI

Sunday 04th December 2016, After Namaz-e-Maghrib

GALLA HALL, INWASTON CHAMBERS, BELOW KUSLA MUSEUM, HYDRA-
 DRY MOORHAM-1, PIPE ROAD, KUSLA JAGATI, AMRITSAR - 1430070


 Islamia Education Centre
 0300-25556400, 042598866
 000000001882


 SLAM
 0300-25556400, 042598866
 000000001882


 Islamic Centre of Excellence
 0300-25556400, 042598866
 000000001882

0300-25556400, 042598866, 000000001882

WhatsApp: 8088871166 Website: islamaholics.com Urdu: islamaholics.net

اللہ کے گھروں کے حقوق
**ALLAH KE GHARON
KE HUQOOQ**

شیخ اسرار سلafi
SE. ASRAR SALAFI

Saturday 16th December 2016, After Namaz-e-Ar

ANDHERI BAKET COMPOUND, NEXT TO JUMBO KING,
ANDHERI STR. NAMA MASID, ANDHERI (W), MUH-38

Islamic Information Centre
DAILY GENUINE ISLAM
25000495-84269993
08080801882

KALKA : 8088871166 WhatsApp : 8088871166 Website : islamaholics.com Urdu : islamaholics.net

[illegible]

بروز قیامت

جوانی کی عبادت کی اہمیت!

BAROZ-E-QAYAMAT

JAWANI KI IBADAT KI AHMIYAT

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شاہکھن عزیز احمد سالفی

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Maghrib

GALA HQS, SIKASTI CHAMBERS, BELOW KUNIA MURDING HOME,
OPR MOORHAM-1, PVP ROAD, KUNIA (WEST), MUHARRI - 430070

Islamic
Education
Centre
for
Children

Bismillah SLAM

29306400 64289886
@08080801882

For more info visit our website
www.bismillahslam.com

Small text at bottom: 00854-11-00000000, Basmal, Early Morning News, Free, Classified, 1 Year Trial, Extra 10% Discount

[illegible]

Innumerable queries were answered by Islam helpline
at both Andheir & Kurla Centres

Islam Helpline

 26500400 / 64269999
 08080801882



WHATSAPP ISLAM HELPLINE

Get reply for your questions on Islam!

Thru authentic Ulema & with proper proof & references

SEND YOUR QUESTIONS ON THIS NUMBER

80 80 80 18 82

Alhamdulillah, Whatsapp Islam Helpline has been giving answer to
innumerable queries in the Light of Quran and Authentic Hadith.

If Undelivered Please Return To



Ahl us Sunnah



Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26500400 / 64269999

To,

Book Post